بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماھنامہ

جمادی الاول ۱۴۲۳ھ جولائی ۲۰۰۲ء

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

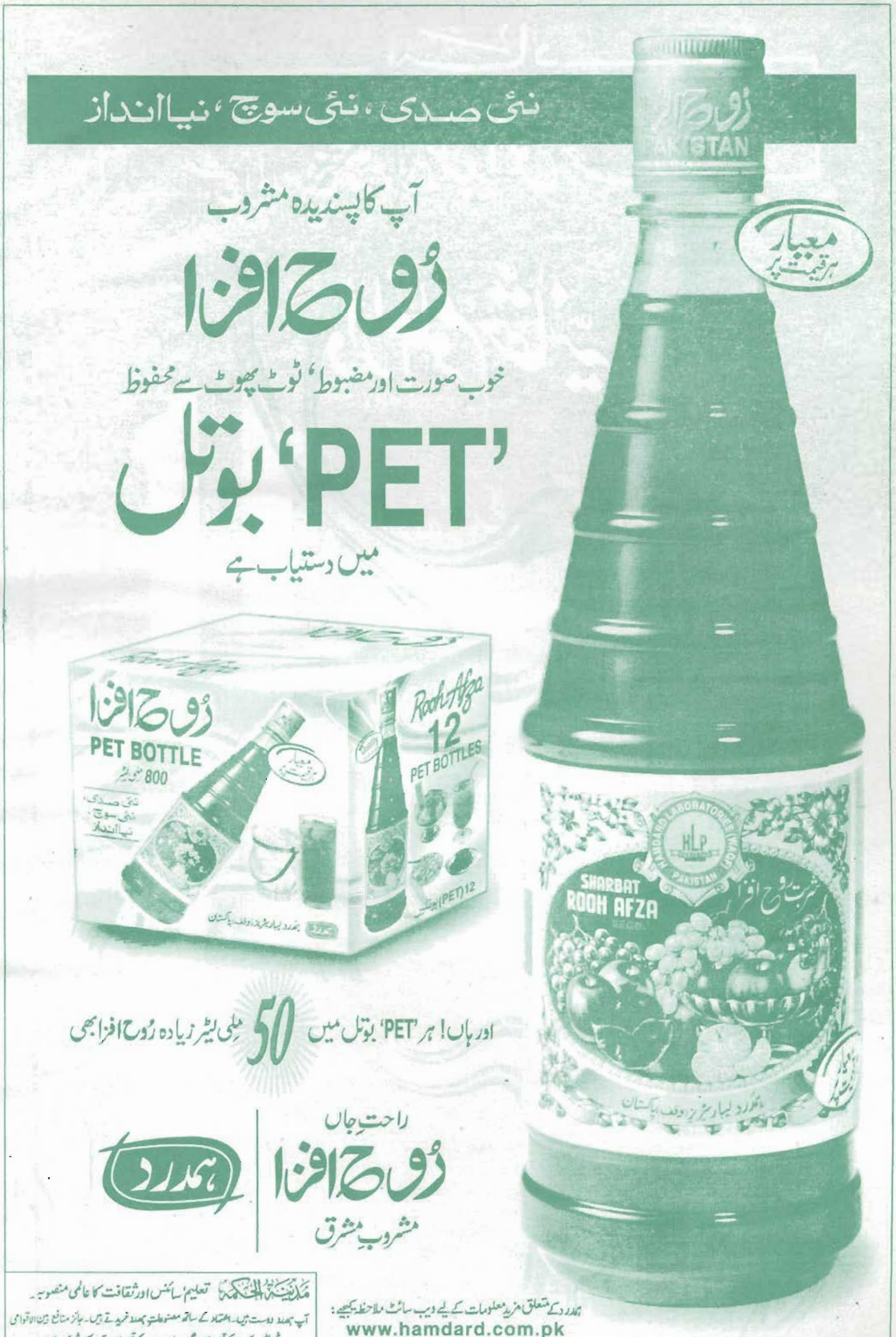

Adarts-HRA-5/2001

Adarts-HRA-5/2001

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ۔۔ 37
شمارہ نمبر ۔۔ 10
جمادی الاول ۱۴۲۳ھ
جولائی ۲۰۰۲ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: مجوزہ آئینی ترامیم۔ امریکی بھیانک عزائم ایف بی آئی کا جال۔ فلسطینی لہورنگ۔ میر والا جتوئی کا واقعہ۔ شیخ عمر اور دیگر قیدیوں کی سزا۔ بھارت کا نیا صدر ڈاکٹر عبدالکلام ...... مولانا محمد ابراہیم فانی ۲
اسلام کا نظام وراثت ...... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۸
دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی ...... مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی ۱۴
ازدواجی تعلقات اور شوہر بیوی کیلئے ضروری تنبیہات وہدایات ...... ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی ۲۲
اعمال صالحہ کے دنیوی اور اخروی فوائد وثمرات ...... مولانا حافظ انوار الحق صاحب مدظلہ ۳۰
امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اور ٹیپو سلطانؒ ...... جناب شمیم طارق ۳۷
مولانا محمد عبدالجمیل صاحب طوروی ...... جناب مشتاق الرحمان صاحب شفق ۵۰
فتاویٰ حقانیہ (رسائل وجرائد کی نظر میں) ...... مولانا محمد ازہر صاحب' مولانا عبدالقیوم حقانی ۵۶
دارالعلوم کے شب وروز ...... جناب شفیق الدین فاروقی ۵۹
تعارف وتبصرہ کتب ...... م۔ا۔ف ' حافظ عرفان الحق ۶۰

Computer Operator : BABER HANIF

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر : 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز　　　　مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

مجوزہ آئینی ترامیم

۱۲ اکتوبر کے فوجی انقلاب کیموقعہ پر موجودہ صدر جنرل پرویز مشرف نے اپنی انقلابی تقریر میں ایک سات نکاتی ایجنڈا پیش کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی بھرپور کوشش کی تھی کہ ان کے سارے اقدامات اس ایجنڈے گرد گھومتے ہوں گے۔ اسی وجہ سے پاکستانی عوام نے ان کے اس ''فوجی کودتا'' کی حمایت کی اور جنرل صاحب کو ایک نجات دہندہ کے طور پر اپنا آئینی رہنما تصور کیا لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا صدر صاحب کی ترجیحات بدلتی گئیں اور وہ ایجنڈا جو نشری تقریر کے وقت پیش کیا گیا تھا۔ وہ پس منظر کے گرد وغبار میں دھندلا گیا اور روایتی سابقہ حکمرانوں کی طرح جنرل پرویز مشرف اور اس کے ارکانِ دولت کی آنکھیں بدل گئیں۔

بالآخر امریکہ میں ۱۱ ستمبر کا واقعہ پیش آیا جس کی رو سے جنرل صاحب کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوئی اور یکدم تمام دنیا کے ذرائع ابلاغ اور میڈیا پر چھا گئے جس کی وجہ سے قدرتی طور سے اور فطری تقاضہ کے عین مطابق آپ میں خود اعتمادی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ اب وہ موجودہ عالمی بزعم خود سپر طاقت کے سپرمین صدر بش کے قریبی ساتھیوں اور معتمد صلاح کاروں میں شمار ہونے لگے۔ اور اتحادی قوتوں کے ساتھ مل کر افغانستان میں طالبان کی امارت اسلامیہ اور اسامہ بن لادن اور ان کی تنظیم القاعدہ کے خلاف پوری پاکستانی قوم کے احساسات کے مدمقابل امریکہ کے شانہ بشانہ کھڑے ہوئے جس کی بدولت افغانستان میں امارتِ اسلامیہ کا خاتمہ ہوا۔ اور ہزاروں بے گناہ افراد لقمہ اجل بنے ہزاروں مجاہدین قیدی بنا دیئے گئے اور سینکڑوں تعداد میں کیوبا کے رسوائے زمانہ اذیت خانوں میں منتقل کر دیئے گئے جبکہ تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ بات صدر صاحب کی خود اعتمادی کی چل رہی تھی۔ اس دوران آپ کو اپنے سیاسی لحاظ سے نابالغ اور عقل و خرد سے عاری مشیروں نے ریفرنڈم کروانے' امشورہ دیا چنانچہ صدر صاحب نے بغیر سوچے سمجھے ان کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے ریفرنڈم کے لئے تیاریاں شروع کیں اور دوسری طرف تمام سرکاری عملہ غیر ملکی این جی اوز اور ضلعی حکومتوں نے ہر قسم کی تحریص ولالچ کے ساتھ کثیر تعداد میں ان کے جلسوں کو رونق بخشنے کے لئے ''کارکن'' کی ہجوم مہیا کیا۔ جس پر صدر صاحب خطاب کے دوران آپے سے باہر ہو جاتے تھے لیکن بہت جلد بلی تھیلی سے باہر آ گئی۔ اور ریفرنڈم کے دن سنسان و ویران پولنگ سٹیشنوں نے جرنل صاحب کو آئینہ دکھایا۔ لیکن نتائج کے اعلان کے وقت وہ تاریخی جھوٹ بولا گیا جس پر شیطان نے لاحول اور لعنت پڑھی ہوگی گو کہ میڈیا خفیہ ایجنسیوں

اور دیگر اداروں نے دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوششیں کیں۔ لیکن حقائق، حقائق ہوتے ہیں۔

صدر صاحب کو بہت جلد زمینی حقائق کا ادراک ہوا اور بعدازاں جلد ریفرنڈم میں بعض ''بے اعتدالیوں'' کا اعتراف بھی کیا۔ اس کے بعد کچھ امید بندھ گئی کہ شاید صدر اپنے ''مشیروں'' کے حصار سے نکل کر واقعاتی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلے صادر فرمائیں گے لیکن پھر بھی ایسا نہیں ہوا اور آپ نے ایک اور دوسرا غیر آئینی فیصلہ کر کے نہ صرف ملک کے تمام عوام اور سیاسی جماعتوں کو حیران کر دیا۔ بلکہ عالمی اطلاعاتی اور نشریاتی ادارے بھی ششدر رہ گئے وہ فیصلہ آئین میں بعض مجوزہ ترمیمات کا ہے جسکا لب لباب یہ ہے کہ ارتکاز اختیار صرف فرد واحد کے پاس ہو اور باقی عہدیدار وزیر اعظم اور ارکان پارلیمنٹ صرف مہروں کے طور پر رہیں گے۔ چونکہ نشہ اقتدار سے بڑھ کر اور کوئی جادو نہیں اور جادو بھی وہ جو سر چڑھ کر بولے اب جبکہ ریفرنڈم کے بعد صدر مشرف کی صدارت متنازع اور گویا غیر آئینی ہے تو ایک غیر آئینی صدر کس طرح متفقہ آئین میں ''گڑبڑ'' کی جسارت کر رہا ہے جس سے نہ صرف ملکی سالمیت کو خطرہ ہے بلکہ اسکی نظریاتی اساس پر بھی تیشہ زنی کے مترادف ہے کیونکہ ان ترمیمات کے ذریعہ پاکستان کو ایک سیکولر اسٹیٹ کے بطور صفحۂ ہستی پر روشناس کرانے کی کوششیں جاری ہیں اور امریکی وزیر خارجہ کولن پاول کے بیانات سے بھی یہ مترشح ہو رہا ہے

پاکستان کی دیگر سیاسی پارٹیوں کی طرح دینی اور مذہبی جماعتوں کے اتحاد متحدہ مجلس عمل نے بھی ان ترامیم کو یکسر مسترد کر دیا ہے اور گزشتہ دنوں متحدہ مجلس عمل کے زعماء بشمول حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے صدر صاحب کیساتھ ملاقات کے وقت واشگاف الفاظ میں ان کی مجوزہ ترامیم کے نفاذ پر تنقید کی اور ان ترامیم کے مضر اثرات سے ان کو آگاہ کیا۔

صدر صاحب کی خدمت میں استدعا ہے کہ وہ ان بکھیڑوں میں الجھنے کے بجائے ملکی سالمیت اور دفاع کی طرف مکمل توجہ دیں اسلئے کہ ہمارا ازلی دشمن سرحدات پر ''کاروائیوں'' میں مصروف ہے اور دفاعی طور پر وہ اپنے آپ کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی کوششوں میں رات دن کوشاں ہے جبکہ یہاں آئین جیسے حساس اندرونی مسئلہ سے ''چھیڑ خانی'' جاری ہے۔

امریکی بھیانک عزائم پاکستان میں ایف بی آئی کا جال

۱۱ ستمبر کا ڈرامہ رچانے کے بعد امریکہ نے بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے خطرناک پوشیدہ منصوبوں پر عمل درآمد کے لئے گویا ایک کھلا دروازہ پایا۔ اور جو خفیہ ارادے جس کا اظہار اس نے کبھی بھی مفصل انداز میں نہیں کیا تھا۔

رفتہ رفتہ ان کی بھی نقاب کشائی کی۔ چنانچہ ان ارادوں کی تکمیل میں مغربی ممالک برضا ورغبت اس کے ہمنوا بن گئے اور بعض اپنی بقاء ومجبوری کی خاطر اس کے ساتھ اس بھیانک کھیل میں شریک ہوئے۔ عالم اسلام میں صرف پاکستان ہی وہ واحد ملک ہے جو ایٹمی قوت کا حامل ہے اور یہی خصوصیت اس کو دیگر اسلامی ممالک سے ممتاز کرتی ہے۔ یہود و ہنود اور دیگر غیر مسلم قوتیں کب یہ برداشت کرتی تھیں کہ خریطہ عالم پر ایک اسلامی ملک ایٹمی قوت کی حیثیت سے موجود ہو۔ چنانچہ اس کی یہ طاقت ختم کرنے کے لئے انہی قوتوں نے منصوبہ بندی کی اور امریکہ چونکہ مکمل طور پر یہودیوں کی گرفت میں ہے اس لئے اس مذموم مقصد کی برآری کے لئے امریکہ ہی کو استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اور اب امریکہ پاکستان میں جو کھیل کھیلتا ہے اس کا مقصد درحقیقت پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو کنٹرول کرنا ہے اور اس کی مانیٹرنگ اور نگرانی کے لئے راہ ہموار کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے اس غرض کے حصول کے لئے مختلف بہانے تراش رہا ہے۔

آج پاکستان ریاستہائے متحدہ امریکہ کا ایک ذیلی ادارہ بن گیا ہے جس پر بالفعل صدر بش اور اس کے حواریوں کی حکمرانی ہے۔ پاکستان کے اہم فوجی اڈے ان کی تحویل میں ہیں۔ جبکہ ٹیلیفون اور موبائل سسٹم کا کنٹرول بھی ایف بی آئی کے ہاتھ میں ہے اور امریکی ادارے جس وقت چاہیں جیسے چاہیں جہاں چاہیں بلا روک ٹوک اپنی کاروائیاں مکمل کرتے ہیں اور اب تو حد یہ ہے کہ امریکی ایف بی آئی ریلوے اسٹیشنوں اور دیگر اہم مقامات تک اپنا دائرہ اختیار وسیع کرنے کی کوشش میں ہے جبکہ اور موجودہ حکمرانوں سے یہ توقع بالکل بجا ہے کہ وہ ان کو اس کی اجازت دیں گے کیونکہ ہمارے افسران امریکہ کے معمولی سپاہی کے سامنے انتہائی بے بس اور قابل رحم نظر آتے ہیں۔ اندریں حالات پاکستان کے غیور اور باضمیر عوام کی تشویش بالکل بجا اور حق بجانب ہے اور وہ اگر اپنے ارباب اختیار استفسار کریں۔ کہ کیا پاکستان اس لئے بنا تھا کہ یہاں پر امریکیوں کی عملداری ہوگی؟

امریکہ نے پاکستان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ۲۰۲۵ء تک وقت دیا ہے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ نہ اسلامی مملکت رہے نہ اس کی ایٹمی حیثیت۔ لیکن حالات وقرائن سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ کام ۲۰۲۵ء سے بہت پہلے پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا خدا ہمیں یہ دن نہ دکھائے کیونکہ ہمارے حکمران امریکہ کی اطاعت وفرمان برداری میں حد سے زیادہ بے تاب ہیں اور گرد و پیش سے صرفِ نظر کئے ہوئے ان کے ہر حکم پر لبیک کہتے ہیں۔ پاکستان کی ۵۴ سالہ تاریخ میں ایسا برا وقت نہیں آیا تھا جو کہ آج کل ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔

ہمارے حکمرانوں کی بے حسی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک طرف یہاں امریکہ کاروائیوں میں مصروف ہے اور پاکستان کے معروضی حالات سے بے نیاز ہو کر اپنے مرتب کردہ منصوبے پر عمل پیرا ہے وہ بس اپنی دھن میں مگن۔ مبینہ دہشت گردوں کی تلاش میں پاکستان کی خاک چھان رہا ہے۔

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام　　کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

اور دوسری طرف پاکستانی ادارے اور فورسز القاعدہ اور طالبان کے خلاف آپریشن میں مشغول ہیں جس کی وجہ سے کوہاٹ کا سانحہ پیش آیا۔ اس ضمن میں حکومت سرحد نے جو گھناؤنا کردار ادا کیا وہ صوبہ سرحد کی تاریخ کا بدترین واقعہ ہے لیکن اس سلسلہ کا انتہائی خطرناک اور نازک پہلو یہ ہے کہ ایسے اقدامات سے افواج پاکستان فورسز اور عوام کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی ہوگی اور پاکستانی قوم جو ہمیشہ پاک فوج کے شانہ بشانہ ہر قدم پر ان کی حوصلہ افزائی کے لئے کھڑی رہی انکے درمیان یہ خلیج ملک کیلئے بھیانک نتائج کی حامل ثابت ہوگی۔ اور یہی تو ان طاقتوں کی آرزو ہے۔

فلسطین لہورنگ اسرائیلی چنگیزیت کی انتہا

گذشتہ کئی ماہ سے فلسطین میں اسرائیلی بربریت کا رقص ابلیس جاری ہے اور کھلی دہشت گردی اور عریاں جارحیت پر اقوام عالم کا ضمیر خاموش ہے۔ حالانکہ جس گھناؤنے جرم کا ارتکاب اسرائیل کررہا ہے اس کی مثال ماضی قریب میں نہیں ملتی۔ اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون نے صابرہ اور شتیلہ کے فلسطینی مہاجر کیمپوں میں جو مظالم ڈھائے تھے آج وہی درندہ صفت اور شیطان فطرت اسرائیل کا وزیراعظم ہے اور اس نے دوبارہ وہاں پر بربریت کا بازار گرم کررکھا ہے اگر ظلم بربریت کا یہ پہاڑ کسی یورپی یا غیر مسلم ملک پر توڑا جاتا تو دنیا چیخ اٹھتی اور ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوتی اور اسرائیل کو کب کے ٹھکانے لگا دیا جاتا۔ لیکن چونکہ یہ ایک مسلم علاقہ ہے اس لئے ان کے ہاں خون مسلم کی ارزانی ہے اور اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں باقی رہی مسلم امہ تو وہ بیچاری صرف تماشہ کرسکتی ہے عملی اقدام کی اس سے توقع رکھنا ضیاع وقت ہے اس ہجوم نامرادی میں ہم کس طرف دیکھیں کسے آواز دیں۔

کس طرف جاؤں کدھر دیکھوں کسے آواز دوں
اے ہجوم نامرادی جی بہت گھبرائے ہے

غاصب صیہونیوں نے نصف صدی سے ارض فلسطین پر غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے اور اپنے ہی وطن میں فلسطینی بے گھر ہیں۔ جب سے اسرائیلیوں نے ان کی زمین پر قبضہ کررکھا ہے اس وقت سے لے کر آج تک فلسطینی اپنے حق کے لئے جدوجہد کررہے ہیں اور لاکھوں جانوں کی قربانیاں دیں۔ انہوں نے انصاف کا ہر دروازہ کھٹکھٹایا لیکن یہاں پر تو غاصب اور ظالم ہی منصف ہے۔ ظالم سے انصاف کی کیا امید' چنانچہ ہر طرف سے مایوس ہوکر انہوں نے فدائی حملے شروع کردیئے کیونکہ ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں۔

ہمارے پاس ہے کیا جو کریں فدا تم پر
یہی اک زندگی مستعار رکھتے ہیں

اس پر بھی دنیا ان کو دہشت گرد کہتی ہے فالی اللہ المشتکی

میروالا جتوئی کا دلخراش واقعہ

گزشتہ دنوں میں پاکستان جیسی اسلامی ریاست میں ایک ایسا اندوہناک دلدوز اور جگر پاش واقعہ پیش آیا جسے سن کر نہ صرف ایک مسلمان بلکہ ہر حساس انسان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ جب انسان گھٹیاپن پر اتر آتا ہے تو اس سے ایسی حرکتیں صادر ہوجاتی ہیں جس سے انسانیت لرز جاتی ہے۔

درحقیقت ایسی حرکتیں جاگیردارانہ سوچ کی غماز ہیں جہاں سرداری نظام چل رہا ہو جہاں مزارعے اور وڈیرے اپنے غریب کسانوں اور مزدوروں کو اپنے بھیڑ بکریوں سے بھی کمتر سمجھتے ہو اور ان کو انسان سمجھنے کے بھی روادار نہ ہوں۔ ایک نام نہاد پنچایت نے ایک غریب لڑکی کی جسطرح اجتماعی آبروریزی کا انسانیت سوز فیصلہ سنایا اور اس بیچاری کی سرِ عام عصمت دری کی گئی یہ ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا کی لپیٹ میں پورا معاشرہ اور پوری قوم آسکتی ہے۔ ایسا ظلم جس پر اگر زمین کا جگر شق ہوجائے تو کوئی بعید از مکان نہیں اگر آسماں پتھر برسائے تو اسے حق حاصل ہے اور اگر نظامِ عالم تہ وبالا ہوجائے تو عجب نہیں۔ کاش اگر یہ ملک جس مقصد کیلئے معرض وجود میں آیا تھا یعنی تحریک پاکستان کے وقت یہ دعوے کئے جارہے تھے کہ اس ملک میں اسلامی قوانین کا نفاذ ہوگا اسلامی نظام حدود وتعزیرات کا اجراء ہوگا اور یہاں انصاف پر مبنی معاشرہ تشکیل ہوگا۔ مگر ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۵۴ سال گزرنے کے باوجود ہم ابھی تک اپنی منزل کا تعین نہ کرسکے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم ے دلخراش سانحات اور جگر پاش واقعات رونما ہورہے ہیں۔ جس نے غیر اقوام کے سامنے ہمارا سر شرم سے جھکا دیا ہے۔

ہم حکومت پنجاب اور بالخصوص سپریم کورٹ آف پاکستان سے گزارش کرتے ہیں کہ اس واقعہ فاجعہ کی بھرپور آزادانہ تحقیقات کی جائیں۔ اور مجرموں کو کسی رعایت کے بغیر سرعام ایسی سزائیں دی جائیں کہ آئندہ کوئی بھی شخص اس قسم کے رسوائے زمانہ فعل کا تصور نہ رکھے۔

شیخ عمر اور دیگر قیدیوں کی سزا

امریکی صحافی ڈینئل پرل کے قتل کیس میں ماخوذ ملزمان کو دہشت گردی کی خصوصی عدالت کی طرف سے سزائیں سنائی گئیں اور اس کیس کے بڑے ملزم سعید عمر شیخ کو سزائے موت اور دیگر ملزمان عمر قید اور ۵' ۵ لاکھ روپے جرمانے کے حقدار وسزاوار ٹھہرے۔ عدالت کی طرف سے سزا سنانے کے بعد تمام ملزمان نے اس فیصلہ کو مبنی برانصاف نہیں ٹھہرایا اور انہوں نے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات مسترد کردیئے۔

بلاشبہ یہ مقدمہ اپنی نوعیت کا ایک انوکھا مقدمہ تھا جس کی تمام تفصیلات پردۂ اخفاء میں رکھے گئے جس انہماک سے اس کیس کی طرف توجہ دی گئی تھی۔ کیا اسی طرح توجہ روزانہ جو درجنوں پاکستانی دہشت گردیوں کا شکار ہوتے ہیں ان پر بھی حکومت نے ایسا کوئی نوٹس لیا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہم ابھی تک امریکہ کے غلام ہیں اور ان کی خوشنودی کی خاطر ہم بڑی سے بڑی ذلت ورسوائی کے کام سے بھی نہیں چوکتے۔

اب جبکہ فیصلہ کے خلاف سندھ ہائی کورٹ میں درخواست دائر ہے اور معلوم نہیں کہ کیس اور فیصلہ کی نوعیت کیا صورت اختیار کرتی ہے۔ ہم اس پوزیشن میں نہیں کہ اس پر تبصرہ کرسکیں لیکن ہم یہ امید کرتے ہیں کہ اس کیس کی غیر جانبدارانہ اور آزادانہ تحقیقات ہوں تاکہ انصاف کے تقاضے پورے کرکے بے گناہ افراد تختہ دار تک نہ پہنچائے جائیں۔

بھارت کا نیا صدر ڈاکٹر عبدالکلام۔ نیا دام لائے............

گزشتہ دنوں بھارتی صدارتی انتخاب میں وہاں کے مشہور سائنسدان ایٹمی ومیزائل ٹیکنالوجی کا ماہر ڈاکٹر عبدالکلام کو ملک کا نیا صدر چن لیا گیا اور بھاری اکثریت سے اس کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس انتخابات سے بھارت دنیا کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ بھارت میں سیکولر نظام رائج ہے اور اس کی مکمل پاسداری کی جارہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ''مسلمان'' کو ہم نے اس ملک کا صدر منتخب کیا ہے جہاں اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ یہ بھارتی سیاستدانوں کی ایک پرفریب چال ہے۔ جس سے غرض بھارت کا کئی کثیر الجہات مقاصد کا حصول ہے چونکہ گجرات میں دہشت گرد اور انتہا پسند ہندوؤں نے مسلمانوں کا جو قتل عام کیا تھا اور 6 ہزار سے زائد مسلمانوں کو شہید کیا اور اربوں ڈالر کے املاک تباہ کیئے جس پر دنیا کے باضمیر حلقوں میں بھارت کے خلاف نفرت کی لہر دوڑ گئی جبکہ اندرون ملک بھی اس قتل عام کا انتہائی برا اثر ہوا۔ چنانچہ اس اثر کو زائل کرنے اور دنیا کے سامنے اپنے آپ کو سیکولر ظاہر کرنے کے لئے یہ اقدام کیا ورنہ دنیا پر یہ بات عیاں ہے کہ بھارت میں اقلیتیں بالخصوص مسلمان کس قدر مظلوم اور غیر محفوظ ہیں۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش   من اندازِ قدت رامی شناسم

خطاب: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
ضبط وترتیب: مولانا عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی جامعہ دارالعلوم حقانیہ

اسلام کا نظام وراثت

دورہ میراث کی تقسیم اسناد کی تقریب

دارالعلوم کے مفتی حضرت مولانا سیف اللہ حقانی علم میراث کی اہم کتابوں کا الگ کورس کرواتے ہیں اس کورس سے فارغ شدہ ساڑھے چار سو طلباء کو دارالحدیث قدیم میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے علم میراث کی تحصیل کے اسناد تقسیم کیں۔تقریب میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے اسلام کے نظام وراثت پر فی البدیہ جامع خطاب سے حاضرین کو نوازا‘ جسے ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے مولانا عبدالمنعم نے قلمبند کیا۔افادہ عام کی خاطر نذر قارئین ہے۔..........ادارہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O بسم اللہ الرحمان الرحیم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ تعلموا الفرائض و القرآن وعلموھا فانی مقبوض (الحدیث)

پیارے اور عزیز طلبہ کرام آپ نے بحمد للہ حضرت علامہ مفتی سیف اللہ حقانی صاحب دامت برکاتہم سے علم الفرائض حاصل کیا یہ بڑی خوشی کا موقع ہے اس پر میں آپ سب کو مبارکباد دیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس علم سمیت دیگر تمام علوم سے مالا مال فرماوے۔

علم میراث کی اہمیت: علم الفرائض (میراث) کی بڑی اہمیت ہے دین کے تمام اہم امور اور ماموراتیہ سب فرائض ہیں۔مثلاً‘ نماز‘ روزہ‘ حج زکوۃ‘ جہاد وغیرہ سب فرائض ہیں۔لیکن اس علم کی اتنی اہمیت ہے کہ شرع کی اصطلاح میں جب فرائض کا مطلقاً ذکر ہوجاتا ہے تو اس سے مراد علم المیراث ہوتا ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ علم بہت مہتم بالشان ہے۔چنانچہ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تعلموا الفرائض والقران وعلموھافانی مقبوض (الحدیث) یعنی میراث کا علم حاصل کرو اور قرآن سیکھو اور پھر اسے لوگوں میں بھی پھیلاؤ”فانی مقبوض“ کیونکہ میں تم سے رخصت ہونے والا ہوں۔میں دنیا سے جانے والا ہوں۔

میراث کا علم توقیفی ہے اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ میراث کے مسائل توقیفی ہیں اس میں عقل واجتہاد کو دخل نہیں ہے ہم اس فلسفہ کو نہیں سمجھ سکتے کہ کسی کو نصف حصہ اور کسی کو چھٹا اور کسی کو آٹھواں کیوں مقرر

ہے؟ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعا (الایة) یعنی تمہیں معلوم نہیں کہ ان میں سے کون تمہیں نفع کے لحاظ سے زیادہ قریب ہے اس لئے تقسیم میراث کو آپ کی مرضی پر نہیں چھوڑا۔ بلکہ شارع نے خود جزئیات تک بیان کر کے معاملہ صاف کر دیا اب چونکہ پوری کفری دنیا اسلام کے پیچھے لگی ہوئی ہے اور نکتہ چینی بھی کر رہی ہے کہ عورت کا حصہ کیوں نصف مقرر ہوا ہے مرد کے مقابلے میں؟ یہ تو عورت کی تنقیص کی گئی ہے۔ دنیا کے عقلاءٗ فلاسفر ان کے دانشور اور ہمارے مغرب زدہ بھی کہہ رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے خیالات کے مطابق فیصلہ نہیں فرماتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ فیصلہ میں خود کروں گا یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (الایة)

__تقسیم حصص کی حکمتیں:__ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے حق اور انصاف کا فیصلہ فرمایا ہے اس سے تمام فیصلوں کی طرح عورت کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ نے عدل قائم فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور وہی مالک ہے اسکو اختیار ہے تمام مقادیر شرعیہ۔ مثلاً تعدادِ رکعات نماز اس طرح زکوۃ میں عشر نصف عشر اور ربع عشر وغیرہ ان تمام چیزوں کو شارع نے متعین فرمایا ہے ان کو کوئی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر جانتا ہے کہ کسی کو کتنا حصہ دیا جائے کسی پر کتنا بوجھ رکھا جائے اور کسی کی کتنی ذمہ داری ہے۔ ان چیزوں کے متعلق اسمبلیوں میں بڑے بڑے ہنگامے ہوتے رہے اور اب بھی جب میراث یا قصاص و دیت وغیرہ کا مسئلہ سامنے آتا ہے تو یہ لوگ تم لوگوں کے ساتھ بحث مباحثہ کریں گے اور تم پر اعتراضات کریں گے اور ان احکامات کی حکمتیں تم سے طلب کریں گے کہ اسلام نے یہ فیصلے کیوں کئے ہیں۔ عورت کو کیوں محروم رکھا گیا اور اس کو مرد کے مقابلے میں کیوں نصف حصہ مقرر کیا گیا۔

__اسلام کی نگاہ میں عورتوں کی قدر و قیمت:__ ہم کہتے ہیں کہ اسلام نے جو مقام عورتوں کو دیا ہے کسی اور دین نے نہیں دیا اسلام میں نے تو عورت کو تحت الثریٰ سے عرش تک پہنچایا اور سر پر بٹھایا۔ ورنہ دیگر مذاہب و اقوام تو دور جاہلیت میں عورت کو جانور سمجھتے تھے۔ اور بعض مذاہب کے عقائد میں یہ بھی شامل تھا کہ عورت انسانوں میں شمار نہیں ہے بلکہ یہ کوئی دوسری مخلوق ہے۔ عورت کو اس کے گھر والے جس کے حوالے کر دیتے اسی کے ساتھ جانا پڑتا۔ بعض لوگ عورت کے ساتھ ایسا حقارت آمیز معاملہ کرتے تھے کہ اس کا شوہر فوت جاتا تو بیوی کو بھی اس کے ساتھ زندہ جلا دیتے تھے۔ اسی طرح جاہلیت کے دور میں لڑکیوں کو زندہ در گور کیا کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ ہمارے لئے کوئی کمائی نہیں کرتی ہم اس کا کیا کریں گے اس کو ایک فالتو اور بے کار چیز سمجھتے تھے۔ اس لئے اس کو زندہ در گور کر دیتے تھے۔ جسے قرآن میں موودة کہا گیا ہے۔ عورت کو میراث میں بھی حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ اس وجہ سے کہ میراث کا حقدار ان لوگوں کو سمجھا جاتا جو لڑائی کر سکتا ہو اور دفاع کر سکتا ہو۔ لہذا عورت کو میراث نہ ملتی تھی۔ حاصل یہ کہ عورت کی حیثیت گھر کی ایک بھیڑ، بکری سے زائد نہ تھی بلکہ عورتوں کے ساتھ بعض دفعہ وہ سلوک روا رکھا جاتا تھا جو جانوروں کے ساتھ بھی جائز

نہیں ہے۔

اسلام نے انسانیت کی قدر سکھائی اور عورت کو مقام دیا اور ایسے ایک عظیم مرتبہ سے نوازا۔ اور مرد کو عورت کی تمام ضروریات کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ حتیٰ کہ عورت کے لئے نوکر رکھنا بھی مرد کے ذمہ ہے۔ اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ میں اختلاف ہے کچھ تو فرماتے ہیں کہ عورت کے لئے دو ملازم رکھنا ضروری ہے ایک گھر کے کام کاج کے لئے اور دوسرا بیرونی ضروریات کے لئے۔ حالانکہ عورتیں نصف امت ہیں اسلام نے ان کا پورا خیال رکھا۔ ان کا سارا بوجھ مرد پر ڈال دیا کہ مرد سارا دن کھیتوں، کارخانوں وغیرہ میں محنت مزدوری کرے، باہر ملک میں جا کر سفر کی مشقتیں برداشت کر کے کمائی کرے اور عورت کی ضروریات کو پورا کرے اور عورت عزت وعفت کے ساتھ گھر کی ملکہ بن کر آرام کی زندگی گزارے۔ جس شخص کی بیٹیاں ہوں تو شادی سے پہلے ان لڑکیوں کی تمام ضروریات واخراجات باپ پوری کرے گا۔ اور بچیوں کی خوب کفالت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بہت ثواب عطا فرماتا ہے۔ اور انگریز نے یہ قانون پاس کیا کہ عورت کو میراث میں حصہ ملے گا۔ انسان کو اس بات کا صحیح پتہ اس وقت چلتا ہے کہ دین اسلام کا دوسرے ادیان کے ساتھ موازنہ کرے تو تب معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کتنا بڑا دین رحمت ہے اور اصل بات یہ ہے کہ دین اسلام اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا دین ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو اس تمام کائنات کا خالق، مالک ومدبر ہے تو اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کے مصالح کو خوب جانتا ہے لہذا تمام احکامات الٰہی عدل وحکمت ومصلحت پر مبنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے علاوہ کوئی بھی قانون دنیا کو انصاف نہیں دے سکتا۔

میراث کی نزاکتیں:

میراث کا معاملہ بہت نازک ہے اس میں بے ضابطگی ہو جائے تو رشتہ دار اور قرابت والے آپس میں لڑ پڑتے ہیں اور خانگی جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے فتنہ عظیم برپا ہو جاتا ہے۔ معاشرہ خراب اور زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خود فرائض مقرر فرما کر اپنے بندوں پر احسان عظیم فرمایا کیونکہ ایسے باریک معاملات میں عدل قائم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں اور اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے علم المیراث کے سیکھنے اور سکھانے کی خاص طور پر ترغیب دی اور اس کی اہمیت کو واضح فرمایا کیونکہ امت کو اس کی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے۔ کچھ عرصہ قبل تک تو عالم دین کے لئے علم میراث سیکھنا فرض عین سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ اس دور میں قبر ہی پر میت کے ترکہ کی تقسیم کا مسئلہ بتانا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ عالم دین جب عوام کے پاس جاتا ہے تو عوام اس سے یہ نہیں پوچھتے ہیں کہ منطق کے جعل بسیط اور جعل مرکب کیا ہوتے ہیں بلکہ عالم سے یہ کہا جاتا ہے کہ مولوی صاحب قبر پر وعظ کریں گے اور میت کے ترکہ کے حصص متعین کریں۔ اس سے عالم کا امتحان بھی ہو جاتا تھا۔ اور اس سے یہ فائدہ ہو جاتا تھا کہ میراث کے متعلق رشتہ داروں کے تمام جھگڑے وہیں پر ختم ہو جاتے۔ ہمارے پاس جب کوئی میراث کا مسئلہ پوچھنے آتا

ہے تو میں جلدی دارالافتاء بھیج دیتا ہوں کہ مفتی حضرات سے پوچھیں کیونکہ یہ ایک باریک معاملہ ہے اس کیلئے بہت محنت کرنی پڑتی ہے بڑے بڑے علماء کرام اس سے ڈرتے ہیں۔الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ میں بھی یہ ایک کمی تھی کہ مثلاً علم المیراث پر توجہ نہیں تھی جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی سیف اللہ حقانی صاحب کے ذریعے پوری فرمادی۔آپ صرف سراجی پڑھنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ اس میں خوب تجربہ حاصل کریں جدید ترین کتابیں اس علم پر آرہی ہیں اس وجہ سے علم حساب پر بھی علماء کو توجہ دلانی ہے۔

منطق اور معقولات کی اہمیت: ہماری کوشش ہے کہ دارالعلوم حقانیہ میں تمام علوم زندہ رہیں اب علم معقولات بھی ہر جگہ ختم ہورہا ہے ۔شرح اشارات چغمنی، شمس بازغہ اور امور عامہ وغیرہ کے متعلق حضرت شیخ الحدیث بانی دارالعلوم حقانیہ مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ کی کوشش ہوتی کہ یہ چیزیں ختم نہ ہوجائیں کیونکہ ہزار بارہ سو سال اس پر محنت کی گئی ہے علماء کے بہت سے علمی ذخیرے منطق اور فلسفہ کا بغیر سمجھے نہیں جاسکتے۔امام رازی کی کتابیں اس طرح امام غزالی اور دیگر اکابر کی کتابیں مثلاً مولانا قاسم نانوتویؒ وغیرہ کی کتابیں انتہائی عمیق منطق اور فلسفہ پر مبنی ہیں اس علم کے سیکھے بغیر ان کی تالیفات سے استفادہ مشکل ہے۔

جدید علوم کی اہمیت: الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ میں تمام علوم کے حاصل کرنے کا بہترین نظام موجود ہے۔ حکومتیں اس کوشش میں لگی ہوئی ہیں کہ یہ علوم نظر انداز کئے جائیں اور ان کروح مجروح ہوجائے۔اور یہ مدارس بھی خالص جدید علوم کے ادارے بن جائیں۔ہم جدید علوم کے خالف نہیں ہیں ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ دارالعلوم کا فاضل سائنس سے باخبر ہو' حساب کتاب بھی جانتا ہو' جغرافیہ سے بھی واقف ہو اور دنیاوی عالمی زبانیں بھی جانتا ہو۔اور اس سے باخبر ہو اس کی اہمیت کا ہمیں احساس ہے لیکن حکومتیں تو یہ چاہتی ہیں کہ دینی علوم بالکل ختم ہوجائیں اور دین کی حیثیت ثانوی ہوجائے اور یہاں بھی کالجوں اور یونیورسٹیوں جیسا ماحول بن جائے۔مگر انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔

مگر ہم یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ ایک عالم دین دنیوی علوم حاصل کر کے سائنس اور ٹیکنالوجی والوں کی طرح نوکری کے پیچھے بھاگتا پھرے۔انٹرنیٹ اور کمپیوٹر بھی ایک حد تک ضروری ہے۔کیونکہ آگے سب کچھ اسی پر ہونے والا ہے۔لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ ایک انسان یہ چیزیں سیکھے اور پھر ان کا خادم بن جائے۔نوکری کے پیچھے پھرتا رہے۔اور یہی چیزیں پھیلاتا رہے اور دین اور خدمت دین کو بھلا بیٹھے لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ طلباء کو کمپیوٹر' خطاطی وغیرہ سکھائیں اور جدید علوم انہیں آراستہ کریں ہم کہتے ہیں کہ ہم طلبہ کو یہ چیزیں سکھاتے ہیں لیکن ہمیں یہ ہرگز گوارا نہیں' طلباء و علما' دین کی خدمت چھوڑ کر اور نوکری دنیاداری کے پیچھے لگے رہیں۔جیسا کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ کا حال ہے۔ اگر ایسا ہوا تو دینی مدارس کا اصل مقصد ہی ختم ہوجائے گا۔اور حکومت اسی کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ اگر مدارس کے ڈھانچے باقی رہ جاتے ہیں تو ان کی روح کو ان سے ضرور نکالا جائے۔

مدارس آرڈیننس: حال ہی میں اس کم بخت حکومت نے ایک آرڈیننس جاری کیا ہے جو کہ مدارس کی رجسٹریشن اور لازمی نصاب اور مدارس کو ایک بورڈ کے تحت پابند بنانے کے بارے میں ہے۔ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس آرڈیننس کو ناکام بنادے اور ہم سب اس آرڈیننس کی مزاحمت کریں گے۔ اب بھی تھوڑی دیر پہلے پریس والوں نے مجھ سے اس آرڈیننس کے بارے میں پوچھا میں نے کہا ہم اس آرڈیننس پر لعنت بھیجتے ہیں یہ اتنا آسان مسئلہ نہیں کہ ہم یہ سارا نظام حکومت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں۔ اگر مشرف اپنے امریکی آقاؤں کو خوش کرنا چاہتا ہے تو وہ ان کو خوش کرتا رہے لیکن ہم مشرف کے امریکی آقاؤں کے لئے اپنا دین اور یہ نظام نہیں تباہ کر سکتے۔

دشمنوں کی مدارس پر بری نظریں:

امریکہ اور تمام یورپی ممالک کو معلوم ہے کہ اسلام صرف اور صرف دینی مدراس کی بدولت بچا ہوا ہے اور ہماری مقاومت اور مزاحمت انہی کی طرف سے جاری ہے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے وہ طلبہ جو کہ اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ہوتے ہیں وہ اسی طرح جان کی بازی لگا کر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

گویا انہوں نے اپنا اصلی دشمن جان کر اپنی طاقت اور ناپاک پالیسیوں کی بدولت اب ان کا صفایا کرنا چاہتے ہیں۔ اور حکمران طبقہ نے پوری خلوص اور وفاداری کے ساتھ امریکہ کے ان ناپاک پالیسیوں کی حمایت اختیار کررکی ہے اور مساجد ومدارس شعائر اللہ کی بے حرمتی کررہا ہے نیز حکومت علماء اور طلباء پر قسم قسم کے الزامات لگا کر انہیں بدنام کررہی ہے۔ معمولی شک وشبہ کی بنا پر راسخ العقیدہ مسلمانوں کی پکڑ دھکڑ جاری ہے۔

الغرض امریکہ کے سامنے اپنے آپ کو وفادار بنانے کی خاطر ملک وملت کی تمام دینی ودنیوی مفادات کو داؤ پر لگایا ہے۔ حکمرانوں کا یہ طرز عمل اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔

امریکہ ہمارے ایٹم بم سے نہیں ہمارے جذبہ ایمان سے خوفزدہ ہے:

امریکہ اگر مشرف سے پاکستان کا ایٹم بم چھین بھی لے تو مسلمانوں کا جذبہ ایمان تو نہیں خرید سکتا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ فلسطینی مسلمان صرف غلیل کے ساتھ مقابلہ کررہے ہیں اور دین کے جذبے سے سرشار نوجوان اپنے بدن سے بم باندھتے ہیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو بھی شہید کردیتے ہیں اور دشمن کے جسموں اور ٹینکوں کے بھی ہوا میں پرخچے اڑادیتے ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی بچیاں نکل آتی ہیں اور اپنے سینوں سے بم باندھ کر نعرہ تکبیر کے ساتھ اپنی جان بھی اللہ کی راہ میں قربان کردیتی ہیں اور کافروں کے مجمعوں کو بھی تہس نہس کردیتی ہیں۔ روس اور امریکہ سب حیرانی میں پڑے ہوئے ہیں کہ یہ کیسا مذہب ہے کہ ان لوگوں کو ایسا فدائی بنادیتا ہے۔

یاد رہے! کہ اپنے خالق ومالک کی رضا کا حصول اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے شہید کے ساتھ کئے گئے سچے وعدے ان کے سامنے ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کو اپنی جان کی بازی لگانا

آسان ہو گیا ہے۔ ایٹم بم تو بہت سے ممالک کے پاس موجود ہے لیکن امریکہ کو ان سے کوئی ڈر نہیں جس چیز کی وجہ سے امریکہ و یورپ پر لرزہ طاری ہوا ہے وہ مسلمانوں کا جذبہ ایمان ہے کہ ان کو پاکستان کا ایٹم بم ختم کرنا اتنا اہم نہیں رہا جتنا کہ مسلمان کا جذبہ ایمان ختم کرنا ان کے نزدیک اصل کام ہے۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

اس مقصد کے حصول کے لئے وہ قسم قسم کی سازشیں کر رہے ہیں' فحاشیاں پھیلاتے ہیں' این جی اوز کے ذریعے مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اور مدارس کے خلاف سازشیں بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ مدارس کو اپنے قبضے میں لے لیا جائے ان میں مخلوط نظام تعلیم چلایا جائے۔

ڈگری یافتہ مولویوں کا مطمح نظر دنیا بن جاتی ہے:

اور علماء کو نوکری کا لالچ دے کر ان کے دین کو مجروح کیا جاوے۔ والد ماجد حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ سکول ماسٹر ہرگز نہ بن جائیں۔ اور مولوی فاضل نہ کریں کہ یہ مولوی پاگل ہے کیونکہ جو مولوی حضرات یہ ڈگری حاصل کرتے ہیں وہ پھر نوکری کے پیچھے پاگلوں کی طرح گھومتے پھرتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ علما کے ساتھ بڑے مشفق تھے۔ انہوں نے حکومت پر زور لا کر ہماری مدارس پر ڈگری منظور کروائی۔ تاکہ علماء سکولوں میں نوکری کر کے دو ڈھائی ہزار روپے ماہانہ کمائی کر سکیں۔ اور یہ کہ علماء کی مختلف شعبوں میں موجودگی ضروری ہے تاکہ ہر شعبہ (سکول وغیرہ) میں اسلامی نظریات اور دین کی نشر و اشاعت ہو سکے لیکن نتیجہ عموماً یہ دیکھا جا رہا ہے کہ بعض مولوی حضرات نے اس کا غلط فائدہ اٹھایا کہ چند ٹکوں کی خاطر سرکاری ڈگری مولوی فاضل کر کے دین کو چھوڑ کر نوکری کو اپنا مقصد اصلی بنا لیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی بھی حکومت کے ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا موقع آیا یا جہاد کا موقع آیا تو کالجوں اور یونیورسٹیوں سے نکلے گئے ملازمین کی طرح یہ علماء بھی یہ کہا کرتے تھا کہ ہماری نوکری کا مسئلہ ہے' ہم مجبور ہیں' اس وجہ سے ہم حکومت کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتے نہ کسی تحریک میں شامل ہو سکتے ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے خود واضح احکامات کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ اور پھر اس معاشرہ میں سما جانے کے لئے اپنے دین کو برباد کرتے ہیں لہذا نوکریوں کی ہوس نہ کریں بلکہ دین کو حاصل کر کے خالص دینی خدمات انجام دیتے رہیں۔ یا پھر جس معاشرہ میں بھی جانا مقدر ہو اس معاشرہ میں دینی اور اسلامی انقلاب لانے کے لئے جدوجہد کریں نہ کہ خود منقلب ہو کر معاشرہ کا رنگ پکڑ لیں۔ بات طول پکڑ گئی اتنی تقریر کا ارادہ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حکومت کی ان ناپاک سازشوں سے حفاظت میں رکھے۔ اور دنیا پرستی سے ہمیں بچائے۔ اور اللہ آپ سب کے علم و عمل میں برکت ڈالے۔ بس اب تقسیم اسناد شروع ہوگی و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين۔

مولانا عتیق الرحمان سنبھلی *

دریا سے اٹھی لیکن، ساحل سے نہ ٹکرائی

قرآن پاک میں حضرت آدم وابلیس کا قصہ کئی جگہ ذکر میں آیا ہے ان میں سے ایک جگہ یہ یوں بیان ہوا ہے کہ ابلیس نے جب آدمؑ کو سجدے سے انکار کیا اور بارگاہ الہیٰ میں مردود ہوا تو اللہ تبارک تعالیٰ نے آدم سے فرمایا کہ

''اے آدم یہ (ابلیس) تمہارا اور تمہاری زوجہ کا دشمن ہے۔ پس کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ (اپنی فریب کاری سے) تمہیں جنت سے نکلوائے اور تم مصیبت میں جا پڑو۔''

پھر آگے آتا ہے کہ اس کھلی تنبیہ اور آگاہی کے باوجود اور اسکے باوجود کہ اس کا حاسدانہ رویہ حضرت آدم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے، ابلیس نے جو ایک وسوسے کا جال پھینکا تو حضرت آدم اس کے پھندے میں آگئے۔ ابلیس کا وہ داؤ کیا تھا اور حضرت آدم نے کیا ردعمل دکھایا، قرآن پاک اسے ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

فقال یاادم هل ادلک علی شجرة الخلد وملک لایبلی فاکلا منها ......''

(ابلیس نے کہا کہ اے آدم، کیا میں تمہیں دائمی زندگی کے درخت اور ایسی بادشاہی کا پتہ دوں جو لازوال ہے؟ پس ان دونوں (آدم وحوا) نے اس درخت میں سے (پھل کھالیا)

اور یہ وہی درخت تھا کہ جسکے بارے میں حضرت آدم کو آگاہی دی جا چکی تھی کہ پس اسکے پاس مت جانا۔

حضرت آدم کے ساتھ جب یہ واقعہ پیش آیا تو اس وقت وہ پہلے انسان تھے اور زندگی کے ساتھ موت لازم ہونے کے تجربے سے ناآشنا۔ آج اگر کوئی کسی کو ابدی زندگی کا خواب دکھائے تو سلامتی ہوش وحواس کے ساتھ کوئی ابھی اس جال میں پھنسنے والا نہ ملے گا۔ لیکن بادشاہی کے خواب میں گرفتار ہونے کو بہت سے مل سکتے ہیں، اس لئے کہ یہ وہ پرکشش شئی ہے جس کی دستیابی ناممکن نہیں اور اس میں کشش کی جو اصل چیز ہے وہ آزادی وخودمختاری بلکہ حضرت آدم کے لئے تو لفظ 'ملک' اور 'بادشاہی' کا مفہوم اس سے زیادہ کچھ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ جس طرح وہ موت سے ناآشنا تھے، اسی طرح بادشاہی انہوں نے اس وقت کہاں دیکھ لی تھی؟ البتہ آزادی وخودمختاری وہ شئی ہے جس کی لپک ہر انسان کیا ہر جاندار کی فطرت میں پائی جاتی ہے۔ ہماری اردو کی ابتدائی تعلیم کے زمانے میں مولانا اسماعیل میرٹھی کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں ان میں سے ایک سبق اسی فطرت کے بیان کا ایک شعر آج بھی یاد آجاتا ہے۔

---

* چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم، یو۔کے۔

ملے خشک روٹی جو آزاد ہو کر
وہ ہے خوف وذلت کے حلوے سے بہتر

مبالغہ نہ ہوگا اگر کہا جائے کہ یہ جنت جس کی بشارت اہل ایمان کو دی جاتی ہے یہ دراصل انسان کے اپنی اسی محبوب شئی' آزادی وخودمختاری' سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حق میں دستبردار ہونے اور اس کے احکام کو اپنی خواہشات پر ترجیح دینے کا صلہ ہے۔ آزادی وخودمختاری کا جذبہ فطرت کی بڑی قیمتی متاع بلکہ آدمیت کا جوہر ہے لیکن جیسا کہ حضرت آدم کے قصے میں دیکھا گیا یہی جذبہ آدمی کے لئے غارت گر بھی بن سکتا ہے۔ بالکل وہی بات جو ہمارے ایک بڑے شاعر نے دل کے بارے میں کہی ہے۔

کامل رہبر، قاتل رہزن
دل سا دوست نہ دل سا دشمن

یہ قصہ آدم وابلیس مسلم خواتین کے ایک مذاکرہ کی روداد پڑھ کر یاد آ گیا ہے۔ یہ مذاکراہ ''آج کے دور میں مسلم خاتون کا کردار'' کے موضوع پر روزنامہ جنگ کے زیر اہتمام منعقد ہوا تھا اور روزنامے نے اپنی ۱۲ فروری کی اشاعت میں اس کی مکمل روداد چھاپی۔ اس طرح کے مذاکرے آج کل ہوتے ہی رہتے اور چھپتے رہتے ہیں لیکن یہ مذاکراہ اپنی دو باتوں کی وجہ سے لائق التفات بنا۔ (۱) مذاکرے کی مہمان خصوصی' جو نیویارک میں ایک کالج کی شعبہ سیاسیات کی سربراہ ہیں' ان کا رنج وملال کہ وہ اپنے طبقے کی ہم وطن خواتین کو مغرب زدگی کی کس انتہاء پر پہونچا ہوا پا رہی ہیں! اور (۲) وہ انتہاء جس کے دین نے امریکہ کے ایک کالج میں پڑھانے اولی خاتون کو بھی دہلا دیا ان دونوں باتوں کے لئے ذیل کا اقتباس پڑھیے:

''اب میں پاکستانی معاشرے کی خواتین کے بارے میں کچھ بات کروں گی' میں نے پاکستان میں ۳۲ برس گزارے ہیں اور میں ایک عرصے کے بعد پاکستان سے آئی ہوں۔ کسی پر نکتہ چینی نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہاں کی خواتین اپنی اقدار کو بھول بیٹھی ہیں۔ جب مین یہاں سے گئی تھی تو مجھے یاد نہیں کہ یہاں کی خواتین کھلے عام شراب پیتی تھیں' دو سال قبل مجھے پوسٹ ڈاکٹر فیلوشپ ملی تھی اور میں اسلام آباد آئی تھی وہاں مجھے ایک پارٹی میں بلایا گیا' اور اس تقریب میں اسی فیصد خواتین شراب پی رہی تھیں وہ نہ شراب پی رہی تھیں بلکہ مجھ سے اصرار کر رہی تھیں کہ آپ بھی پئیں کیونکہ آپ تو باہر رہتی ہیں۔ میں نے کہا جب میں باہر رہ کر نہیں پیتی تو یہاں آ کر کیوں پیوں گی۔ ان کا کہنا تھا کہ بھئی آپ انگریزی بولتی ہیں' چھوٹے بال ہیں' مغرب میں رہتی ہیں تو پھر آپ ہماری جیسی کیوں نہیں ہیں؟''

ہماری خواتین میں انقلاب حال کا یہ المیہ جس کی ایک جھلک اس اقتباس میں نظر آئی' اسی جذبہ آزادی وخود مختاری کی غارت گری ہے جس کا تار قلب آدم میں چھیڑ کر ابلیس نے ایک خود فراموشی کے عالم میں آپ کو پہنچا دیا تھا۔ فطرت انسانی میں یہ آزادی وخود مختاری کی لپک کا عنصر یوں تو ہمیشہ ہی انسان کو راہ سے بے راہ کردینے کی طاقت کا مظاہر کرتا رہا ہے لیکن دنیا پر مغرب کے غلبہ کے بعد سے اس کو جو طاقت میسر آئی ہے تو سچ یہ ہے کہ انسان کو انسان رہنا مشکل ہوگیا ہے۔ مغرب جب دنیا کی بادشاہی کے تخت پر بیٹھا تو کتنے ہی لوگوں کو اسی وقت سے الناس علی دین ملوکھم' کی کہاوت کے مطابق اہل مغرب کی زندگی کے کچھ طور طریقے بھانے لگے۔ پھر آگے چل کر جب وہ اپنی علمی برتری کا سکہ جمانے میں بھی اس حد تک کامیاب ہوگیا کہ صرف اس کے جاری کردہ نظام تعلیم سے نکل کر آنے والے ''تعلیم یافتہ'' کہلائے جانے لگے' تو اب مغربی زندگی کے طور طریقے صرف ایک حاکم قوم کے طور طریقے نہ رہے' بلکہ اب وہ پڑھے لکھوں اور اہل تہذیب وتمدن کے طور طریقے بن گئے' جن کا اپنانا تہذیبی اور تمدنی ترقی کے ہم معنی ہوا۔ اس طرح مغربیت کے چلن کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوا اور ہماری اپنی معاشرتی قدریں بے قدری کا شکار۔ مغرب کی پیروی اور اپنی قدروں کا تحفظ' یہ دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ اس لئے کہ مغرب میں سب سے بالاتر قدر ذاتی زندگی میں فرد کی مکمل آزادی وخود مختاری ہے اور اس بے مہار آزادی کے ساتھ ''قدروں'' کا لفظ کوئی معنی نہیں رکھتا۔

الغرض اس طرح ہماری مشرقی اور اسلامی قدروں سے ٹکرانے والے مغربی زندگی کے چلن ہمارے یہاں مردوں اور عورتوں سبھی میں راہ پا گئے۔ لیکن اگر عورتوں میں اس کا تناسب کم بھی رہا' جب بھی ہمارے لئے وہ نقصان دہ زیادہ ہوا اس لئے کہ نسلوں کے بناؤ بگاڑ کا زیادہ تر انحصار ماؤں ہی پر ہوتا ہے۔ انہیں کے رنگ ڈھنگ سے اولاد کا بنیادی سانچہ بنتا ہے۔ اور اب تک جتنا نقصان اس سے ہو رہا تھا وہ تو ہو رہا تھا لیکن ادھر اب چند سال سے اس کے نقصان کا پیمانہ وہ ہوگیا ہے کہ اسلامی دنیا اس کا تحمل نہیں کرسکتی ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ مغرب اور خاص کر اس کا سربراہ امریکہ موجودہ بین الاقوامی صورت حال سے فائدہ اٹھا کر' جس میں اس سے سوال جواب تک کرنے والا کوئی نہیں رہا ہے' اقوام متحدہ کے عالمی ادارے کو جس طرح اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے میں لگ گیا ہے' اسی ضمن میں حقوق انسانی کے تحفظ کی وہ تحریک بھی اس کے ایجنڈے میں سرفہرست آگئی ہے جو اپنی اصل میں بے شک انسانیت دوست ہے مگر امریکہ اور اس کے مغربی خاندان نے اسے اپنے مفادات اور مقاصد کا آلہ کار بنالیا ہے۔ اس میں بھی خاص طور سے ان حقوق کی جو شق خواتین سے متعلق ہے اور اس پر سب سے ہی زیادہ زور ہے اور اس کی بناء پر ہمارے معاشرے کی یہ صورت حال کہ خواتین میں بھی ایک بڑی تعداد مغربیت پسند ہوگئی ہے ہمارے ملکوں کی آزادی اور خودمختاری تک کے لئے خطرہ بن گئی ہے۔ ان کے حقوق کے تحفظ کے نام پر مغرب بحوالہ اقوام متحدہ ہمارے ملکوں کی آزادی وخودمختاری تک کو پامال کرسکتا ہے۔ اور اس کا تازہ بہ تازہ اور بالکل سامنے کا ثبوت افغانستان کا المیہ ہے۔

افغانستان میں جو کچھ ہوا ہے اس کے تعلق سے یہ بات بھلائی نہیں جاسکتی کہ اس المیے کی زمین ہموار کرنے میں افغانستان کی ان خواتین کا بڑا دخل ہے جن کے دل و دماغ میں آزادی نسواں کے مغربی تصور نے گھر بنالیا تھا۔ طالبان کی حکومت کو نشانے پہ رکھنے کے بعد سب سے پہلے جس ہتھیار کا استعمال اس کے خلاف شروع کیا گیا وہ عورتوں کے سلسلے میں ان کی پالیسی کے خلاف پروپیگنڈہ کا ہتھیار تھا۔ اس کے ذریعے ساری دنیا میں ان کے خلاف یہ فضا بنادی گئی کہ ان لوگوں نے افغانی خواتین کی زندگی عذاب کردی ہے۔ اور اس پروپیگنڈہ کو اس قدر کامیابی ہرگز نہیں مل سکتی تھی اگر خود افغانی خواتین اس کی ہمنوائی کے لئے دستیاب نہ ہوتیں' افغانی خواتین میں آزادی نسواں کی مغربی تحریک مقبولیت کے جس درجے پر پہنچی ہوئی تھی' اس کا ایک بہت مستند اندازہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے ایک سفرنامہ' افغانستان کے چند اقتباسات سے کیا جاسکتا ہے۔ یہ سفر مولانا نے ۱۹۷۳ء میں رابطہ عالم اسلامی کے ایک وفد کے سربراہ کی حیثیت سے کیا تھا' یہ ظاہر شاہ کا زمانہ تھا مگر بالکل آخری وقت (مولانا کا سفر تمام ہونے کے چند ہی ہفتے بعد ان کا دور بھی اختتام کو پہنچا) مولانا اس سفر میں اپنے رفقاء کے ساتھ افغانستان کے ایک اہم گرلس کالج دیکھنے کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ہم نے ملالی گرلس کالج' بھی دیکھا جو تحریک آزادی کی قائد ایک افغانی خاتون ...... ملالی...... کی طرف منسوب ہے استاذ احمد محمد جمال نے یہیں ایک موزوں اور مناسب تقریر کی' جس میں انہوں نے شریعت اسلامیہ میں مسلمان عورت کی حیثیت اور مسلم معاشرہ میں اس کے حقوق اس کی اہمیت اور قدر و منزلت پر روشنی ڈیلی اس کالج میں ایسا محسوس ہوتا تھا' جیسے ہم یورپ کے کسی گرلس کالج یا مغربی ممالک کے کسی زنانہ ثقافتی مرکز میں پہنچ گئے ہیں۔ اس جلسے میں احتیاط اور ذہانت کے ساتھ مقرر سے متعدد سوالات بھی کیے گئے' استاذ احمد محمد جمال نے قابلیت اور سلیقہ کے ساتھ ان کے جوابات دیئے۔ کالج کی پرنسپل نے مطالبہ کیا کہ تعدد ازدواج کی حرمت کا متفقہ فتویٰ صادر کیا جائے۔ کیونکہ اس میں عورت کی سخت توہین ہوتی ہے۔ مقرر موصوف نے اس کے جواب میں وہ اسباب و مصالح بتائے جن کی وجہ سے اسلام نے یہ حق باقی رکھا ہے۔''

افغانی خواتین کے ساتھ نشست کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک نشست ممتاز معزز اور دیندار گھروں سے تعلق رکھنے والی مسلم خواتین کی تھی مجلس میں شریک ہونے والی خواتین اللہ کا شکر ہے' اسلامی عقائد سے باغی یا جدید تہذیب و تمدن کے زعم میں دین سے یکسر بیگانہ و بیزار نہیں تھیں'' پھر بھی ہم یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے کہ ملک میں مغربی تہذیب بہت آگے جاچکی ہے اور اس کے ثمرات بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ امیر امان اللہ خان کے دور تک افغانی

قوم اسلامی افغانی روایات پر بڑی مضبوطی سے قائم تھی'......لیکن اس وقت صورت حال بالکل مختلف ہے' افغانی قوم اپنے ماضی سے بہت دور جا پڑی ہے' اور یہ دوری ماہ وسال کی تعداد کے اعتبار سے تو بہت کم ہے لیکن فکری اور تمدنی اعتبار سے یہ مسافت بہت طویل ہے' اکثر قومیں کہیں کہیں صدیوں میں اتنی مسافت طے کرتی ہیں' پردہ اب پسماندگی' جہالت اور غربت کی علامت بن گیا ہے۔ اسی وجہ سے دیہاتوں' گاؤں میں بعض دیندار علماء اور دارالسلطنت سے دور کسانوں کے گھروں تک محدود ہوکر رہ گیا ہے' فرنگی لباس عام ہے۔ پھر بھی قدیم ماحول اور طبیعتوں میں رچی ہوئی اسلامی خصوصیات کے اثرات اب تک ان تعلیم یافتہ مسلم خواتین میں کسی نہ کسی درجے میں موجود ہیں' اس لئے ان کے سوالات اور گفتگو میں توہین واستہزاد کا انداز نہیں تھا' بلکہ ہم لوگوں سے دوران گفتگو وہ خاصی محتاط رہیں' ان کی باتوں سے دین اور اہل دین کا احترام جھلکتا تھا......لیکن ان کے سوالات سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ غیروں کی تہذیب وتمدن کے اثرات کہاں تک پہونچ چکے ہیں' اور مستشرقین کی تحریریں اور اسلام کے اصول ومبادی اور اسلامی نظام حیات کے خلاف ان کا منظم اور منصوبہ بند پروپیگنڈا اور یورپ کے پھیلائے ہوئے کامل مساوات مرد وزن کے نظریہ کے اثرات کتنی گہرائی تک اتر چکے ہیں'......دین کے نمائندہ علماء اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے درمیان پیدا ہونے والی خلیج بہت وسیع ہوگئی ہے جس کو پُر کرنا آسان نہیں ہے۔''

مولانا بڑی نرم ومحتاط زبان کے عادی ہیں'' انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو' یہ ان کا مذاق ومزاج ہے۔ لیکن اس مذاق واحتیاط میں ڈوبی ہوئی یہ عبارتیں بھی کیا کچھ نہیں کہے دے رہی ہیں؟ یہ تقریباً ۳۰ برس پہلے کی داستان ہے جو بتا رہی ہے کہ افغانی خواتین یورپ کے نظریہ مساوات مرد وزن کو قبول کر لینے کی راہ پر آج سے اتنے دن پہلے ہی کہاں تک جا چکی تھیں۔

مولانا کا یہ سفرنامہ' جس کا عنوان ہے'' دریائے کابل سے دریائے یرموک تک'' مجھے اس کے پڑھ لینے کا موقع اس کے چھپنے کے ساتھ ہی' یعنی کم از کم ۲۵ برس پہلے مل گیا تھا۔ یہ دریائے کابل سے شروع ہوکر دریائے یرموک تک پڑنے والے پانچ مسلم ملکوں کا سفرنامہ ہے مجھے اس پورا سفرنامے میں کوئی بات اگر آج تک یاد رہی تو وہ سفرنامے کا صرف یہی حصہ ہے جس کو اوپر نقل کیا گیا۔ اور یہ اسلئے یاد رہ گیا کہ اس کو پڑھتے ہوئے دل ودماغ کو جو جھٹکا لگا تھا وہ بھول جانے والا نہ تھا اور اسی گہری یاد کا نتیجہ تھا کہ ہمارے نیک دل طالبان نے جب اس سرزمین کا اقتدار سنبھالنے پر خواتین کو درون خانہ ہو جانے کا پابند کیا' تو ان کی ہمت مردانہ کو تو داد دینا پڑی مگر ساتھ ہی دل ڈرا کہ دیکھئے مغربی تہذیب کو یہ چیلنج جس کو خود اپنی آبادی کا ایک بڑا اور ذی اثر حصہ خود اپنے تئیں چیلنج کے طور پر لے گا' کیا سامنے لاتا ہے'

کیا یہ خواتین چین سے بیٹھ جائیں گی جنہوں نے اب سے تیس برس پیشتر کے زمانے میں رابطہ عالم اسلامی کے ایک ایسا موقر وفد سے جس کی سربراہی حضرت سید احمد شہید کے خانوادے کے مولانا سید ابوالحسن علی جیسے ایک رکن فرما رہے ہوں مطالبہ کر دیا تھا کہ تعداد ازدواج کو حرام کیے جانا کا فتویٰ دلوایئے؟ خاص کر جبکہ یہ خواتین پورا یقین بھی رکھ سکتی ہوں کہ مغرب اپنے تمام وسائل کے ساتھ ان کی پشت پر آئے گا۔ افسوس ہے کہ یہ ڈر غلط ثابت نہ ہوا اور صرف مغرب ہی نہیں ان کو کیل بن کے آگے آیا' بلکہ ساری دنیا جس کو (بشمول مسلم ممالک) اقوام متحدہ کے رزدلیوشنوں کے ذریعے' خواہی نخواہی' عورتوں کے لئے ان حقوق کی فہرست کا پابند کر دیا گیا ہے جن کو مغرب عورتوں کے لئے واجبی حقوق قرار دیتا ہے' کچھ نہیں تو خاموشی ہی کے انداز میں مغرب کے ساتھ کھڑی پائی گئی۔ الغرض افغانستان پر ان دنوں جو کچھ بیتی اس میں اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس کے لئے زمین کی ہمواری کا پہلا مرحلہ ان افغانی خواتین ہی کے ہاتھوں مکمل ہوا جن پر مغرب کا افسونِ آزادی کام کر گیا تھا۔ پس اب یہ ہماری خواتین کی مغربیت کا معاملہ ایک اور زاویئے سے بھی دیکھنے جانے کا مستحق ہو گیا ہے' اور یہ پہلے سے کہیں زیادہ اہم۔

یہ خیالات خواتینی مذاکرے کی روداد میں سامنے آنے والے اس الم انگیز انکشاف کا نتیجہ تھے کہ ہمارے ایک ملک کی خواتین کے صاحب حیثیت طبقے میں مغرب زدگی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ پارٹیوں میں شراب نوشی کرنے والیوں کا اوسط اسی فیصد تک ہونے لگا۔ لیکن اس انکشاف کا یہ پہلو کہ یہ اسی ملک کی ایک ایسی خاتون کی زبان سے بصد رنج ہو رہا تھا جو نہ صرف اسی طبقے سے تعلق رکھتی ہے بلکہ مغرب کے سردار' امریکہ' میں قیام رکھتی ہیں اور ایک کالج میں اپنے شعبہ کی سربراہ ہیں' فوٹو میں انکا سر کھلا اور بال مغربی وضع کے ہیں' پھر بھی انہیں اپنی ہم وطن اور ہم مذہب خواتین کو دھڑلے سے شراب نوشی کرتے دیکھ کر ایسا افسوس ہوا کہ اسی طبقے کی خواتین کے درمیان موقع ملنے پر اپنے رنج وافسوس کا بھرپور اظہار کریں' یہ اس انکشاف کا ایسا خوشگوار پہلو ہے کہ جتنا انکشاف نے مکدر کیا تھا اتنا ہی اسکے اس پہلو نے مسرت بخشی۔ مزید مسرت بات وہاں یہ بھی تھی جو اقتباس میں نہیں آئی ہے۔ محترم خاتون نے اسلام آباد کی جس پارٹی کے حوالے سے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے' اسی کے ذیل میں یہ بھی بتایا ہے کہ ''ان خواتین نے قرآن نہیں پڑھا تھا'' لیجئے نورٌ علی نور۔ مغرب میں رہنے والی' کالج میں پڑھانے والی' وضع قطع سے فی الجملہ آزاد خیال' اور سوچنے کا یہ انداز کہ دیکھوں' اپنی ان بہنوں کو قرآن کی بھی کچھ خبر ہے یا نہیں؟ محترمہ کا یہ بیان ہی یہ بتانے کیلئے کافی تھا کہ ماشاء اللہ وہ قرآن پاک سے ایک مسلم خاتون کی طرح وابستگی رکھتی ہیں۔ لیکن اس روداد کے اندر یہ بات لفظوں میں بھی بایں طور موجود ہے کہ'' میں نے قرآن اچھی طرح پڑھا ہے'' اور اسلئے اپنی ان بہن کے حوالے سے اور زیادہ خوش ہونے کی بات۔

مگر محترمہ نے اپنے قرآن اچھی طرح پڑھنے کی بات جس سیاق وسباق میں کہی ہے' اس نے بتایا کہ اتنی نیک دل خاتون کا بھی انداز فکر مغرب سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا ہے۔ سچ یہ کہ مغرب نے کم ہی لوگوں کو چھوڑا ہے

کہ اس کے علوم یا اس کی سوسائٹی سے رابطے میں اچھی طرح آنے کے بعد بھی '' بے داغ'' رہ جائیں۔ مغرب نے عورت اور مرد کی ہمہ جہت برابری کا جو صور پھونکا ہے' عورت تو عورت' مسلم دنیا کے ان مردوں میں بھی جو مغرب سے رابطے میں آگئے کم نہیں رہے کہ اس نعرے پر ایمان نہ لے آئے ہوں۔ ہماری محترمہ بہن نے اپنے قرآن اچھی طرح پڑھنے کا جو ذکر کیا ہے افسوس ہے کہ وہ اسی مساوات مرد و زن کی حمایت کے سیاق میں تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ عورت مرد سے کم ہے..... قرآن میں "قوامون" کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرد حکمراں ہیں!'' ....آہ!

اس موج کے ماتم میں روتی ہے بھنور کی آنکھ
دریا سے اٹھی لیکن ' ساحل سے نہ ٹکرائی

خاتون بفضل خدا قرآن پڑھتی ہیں' سورۂ نساء کی وہ آیت بھی ان کے ذہن میں مستحضر ہے جو مرد و عورت (شوہر اور بیوی) کے رشتے میں اس مساوات کے تصور کی قطعی گنجائش نہیں چھوڑتی جو مغرب ہمیں سمجھاتا ہے۔ یہی وہ آیت ہے جس میں "قوامون" کا لفظ آیا ہے اور یہ اپنے سیاق و سباق میں کسی ایسا معنی کو قبول کرنے سے قطعی انکاری ہے جس میں مرد کی افضلیت کا تصور قائم نہ رہ سکتا ہو (اگرچہ یہ افضلیت ہرگز اس معنی میں نہیں کہ عورت محکوم ہے' تاہم افضلیت کی مطلق نفی اس آیت کے ساتھ ممکن نہیں) اس کے باوجود اگر ہماری ایسی پڑھی لکھی اور متوازن نظر آنے والی خواتین بھی وہی عام لوگوں کی سی بات کرنے لگیں جس سے مغربی تصور' مساواتِ مرد و زن اور قرآن کے موقف میں کوئی فرق سمجھنے کی ضرورت نہ رہے' تو اسی موج کا سا المیہ کہا جائے گا کہ جو دریا کی سطح سے اٹھی اور چلی بھی' مگر ساحل سے جا ٹکرانا اسے نصیب نہ ہوا۔ اور اس کی وجہ' وہی آزادی و خود مختاری کا لپکا' جس کی بنا پر انسان ہر وقت اغوائے شیطانی کا شکار ہو جانے کے خطرے میں رہتا ہے اور اسی میں انسان کی آزمائش ہے کہ خدا کے حکم کو آگے رکھتا ہے اس فطری کمزوری کے بہاؤ میں بہتا ہے؟ یہ مساواتِ مرد و عورت کا مغربی تصور' اللہ کی پناہ! پتہ نہیں اس کو قبول کر لینے والے ' ہمارے لوگ یہ بات کیسے بھول جاتے ہیں کہ اس تصور کی دراز دستیاں تو اس بارگاہ قدس تک پہونچنے سے ہی نہیں شرمائیں جہاں کے تصور ہی سے حضرت جبرئیلؑ کے پَر جل اٹھیں۔ خواتین مغرب پوچھتی ہیں کہ اللہ (God) کے لئے مذکر ہی کی ضمیر کیوں استعمال کی جاتی ہے؟ یاد رہے کہ اردو کے برخلاف' عربی میں بھی اور انگریزی میں بھی مذکر او مونث کے لئے ضمیریں الگ الگ ہیں' ھو اور ھی He & She پس انہیں اس بات میں بھی عورت کی توہین محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالی کا حوالہ مذکر کی ضمیروں سے دیا جائے اور ذرا بھی بعید نہیں رہا ہے کہ جس طرح اس تصور نے چیر مین کا لفظ متروک کرا کے چیر پرسن' یا میڈیا مین ترک کرا کے میڈیا پرسن اس کی جگہ رائج کرا دیا' اسی طرح مغرب میں اللہ عزوجل کے حوالے کے لئے اس بات پر چرچ کے سمجھوتے کی خبر ہم ایک دن پڑھ لیں کہ He اور She دونوں

برابر ہیں جو چاہو استعمال کرلو..... لیکن ان خواتین کا یہ دعوائے مساوات اس وقت یا آ کے ہنسی کی دعوت دینے لگتا ہے جب یہ مردوں کا جیسا لباس پہن کر مردوں کے جیسے سٹائل کے بھاری بھر کم بوٹ پہن کر ان کی جیسی وضع کے بال کٹا کر زبانِ حال سے کہتی نظر آتی ہیں کہ واقعہ میں وہ اپنے آپ کو مرد کے مساوی نہیں پاتی ہیں۔ انہیں ان بناوٹوں کی ضرورت بالکل اسی طرح ہوتی ہے جس طرح ایک کم رو کو غازہ و پوڈر کے تکلفات کی۔

اچھا خیر وہ سورۂ نساء کی آیت جس میں مردوں کے لئے قوامون علی النساء کے الفاظ آئے ہیں کہ اس کی بات رہی جاتی ہے۔ سو یوں تو پوری آیت کے بغیر اس کا پہلا جملہ ہی بتا دیتا ہے کہ قوامون کے لفظ سے شوہر کو بیوی کے مقابلے میں ایک درجہ بالاتری عطا فرمائی جا رہی ہے اور یہ وہی چیز ہے جس کو سورۂ بقر کی آیت ۲۲۸ میں یہ کہہ کر کہ ''عورتوں کے بھی اسی طرح مردوں پر کچھ حقوق ہیں جیسے کچھ حقوق ان پر مردوں کے ہیں''

فرمایا گیا: "وللرجال علیهن درجة " پر مردوں کا ان کے مقابلے میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے۔''

لیکن جس کسی پر یہ بات اس پہلے جملے سے واضح نہ ہوسکتی ہو اس کے لئے آیت کی آخری الفاظ بہر حال کافی ہو جائیں گے بشرطیکہ وہ ان سے آنکھ بچانے کی کوشش نہ کرے اور یہ الفاظ یہاں سے شروع ہوتے ہیں:

فالصالحات قنتات حافظات للغیب بما حفظ الله ...

ان میں نیک اور صالح بیبیوں کی یہ صفت بیان کر کے کہ وہ فرمانبردار وفادار ہوتی ہیں۔ آگے سرکشی کرنے والیوں کے لئے بدرجہ آخر کچھ ضرب و تادیب تک کی اجازت صریح الفاظ میں دی گئی ہے۔ مغربی خواتین ضرور اس اجازت پہ ناک بھوں چڑھائیں گی۔ لیکن ان کے یہاں موجودہ نظریہ ''مساوات کی تمام تر پختگی بلکہ حکمرانی کے باوجود یہ ناقابل انکار واقعہ ہے کہ یہ خواتین اپنے شوہروں کے ہاتھوں بہر حال پٹتی ہیں۔ (جس کی شہادت ان محترم خاتون کی زبان سے بھی، جن کے حوالے سے یہ گفتگو چل رہی ہے، مذکور بالا تذکرہ میں بایں الفاظ پائی جاتی ہے:

''بیویوں کو پیٹا جاتا ہے، اگرچہ عورتوں کو پیٹنا ان کے روزمرہ معمولات میں شامل نہیں ہے، لیکن جب پیٹتے ہیں تو بہت بری طرح پیٹتے ہیں۔'')

پس قرآن پاک جو اس کی اجازت دیتا ہے جبکہ پیغمبر ﷺ کا رویہ اس کی ہمت شکنی کا تھا تو اس سے جہاں ایک طرف اس اجازت کا مطلب یہ سمجھنا ضروری ہوگا کہ یہ بدرجہ مجبوری کی بات ہے، وہیں یہ سمجھے بغیر بھی چارہ نہیں ہے کہ یہ عورت و مرد کے رشتہ کا ایسا معاملہ ہے جس کے لئے گنجائش رکھنا ہی پڑے گی۔ اے اللہ ہمیں حق دکھا اور اس کی پیروی کا حوصلہ دے۔

مراسلہ نگار حضرات اپنے مضامین صاف اور صفحہ کی ایک طرف لکھ کر بھیجا کریں

(قسط نمبر ۴) ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی ملتان

ازدواجی تعلقات اور
شوہر بیوی کیلئے ضروری تنبیہات وہدایات
(تنبیہ الزوجین)

میاں بیوی کی عمر کا تناسب: اس قسم کی مثالیں آج کل تعلیم یافتہ زمانے میں کم ہیں جس میں زوجین کی عمر متناسب نہیں ہوتی۔ عمروں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ملک کے ایک معروف کروڑوں پتی زمیندار جو وزیر اعلیٰ بھی رہے۔ دس بارہ شادیاں کرنے سے دل نہ بھرا تو عمر کی ساتویں دہائی میں ایک پندرہ سولہ سالہ لڑکی سے شادی کر لی۔ عموماً یہ شادیاں امراء میں یا پیروں کی اپنی مریدین کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ہم یہ باتیں لطافت بیان اور لذت زبان کیلئے نہیں لکھ رہے۔ ہمیں اصلاح ظاہر و باطن، حقیقت اور موعظمت مقصود ہے۔ یہ کام عورتوں کے حقوق میں صریح کوتاہی اور بے ایمانی ہے کہ لڑکی کا نکاح اپنے چار گناہ عمر کے مرد سے کر دیا جائے۔ اس کا یہ انجام ہوتا کہ مرد مر جاتا تو عورت عین جوانی میں رُل جاتی ہے۔

اس سلسلے میں ناقدین اور مستشرقین کم علمی کی وجہ سے حضور ﷺ کی مثال فوراً کھول کر بیٹھ جاتے۔ لہذا ہم سب سے پہلے وہیں سے شروع کرتے ہیں۔ ہم علی الاعلان یہ واضح کرتے ہیں کہ قانون فطرت کا اطلاق عوام پر ہوتا ہے ان قاعدہ اور قوانین سے انبیاء کرام مستثناء ہوتے ہیں۔ اصول فطرت سے ہٹ کر دیکھیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت تو دائرہ قدرت میں تھی مگر اصول قدرت کے باہر تھی۔ اللہ تعالیٰ فطری قواعد وضوابط کو جس طرح مرضی ہو بدل دیتے ہیں۔ حضور نبی ﷺ کے سپرد جو کام کیا گیا تھا وہ ایک نوزائیدہ قوم کو مہذب اور پاکیزہ بنانے کا تھا۔ مردوں کی تعلیم وتربیت کافی نہ تھی۔ عورتوں کی تعلیم بھی بہت ضروری تھی اس کی واحد صورت یہی تھی کہ آپ کی اپنی تربیت یافتہ اور ذمہ دار خواتین تیار کی جائیں۔ اس مقصد کیلئے آپ نے متعدد نکاح کئے۔ تا کہ خواتین سے عرب میں تبلیغ کا کام انجام پائے۔

اس کے علاوہ اسلامی نظام زندگی قائم کرنے میں جاہلانہ نظام زندگی سے جنگ ناگزیر تھی ان حالات میں یہ ضروری تھا کہ مختلف قبائل میں نکاح کر کے دیرینہ عداوتوں کو ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ سے نکاح کر کے آپؐ نے ان خاندانوں سے تعلقات کو مستحکم کیا۔ حضرت ام سلمہؓ اس خاندان کی بیٹی تھیں جن سے ابوجہل اور خالد بن ولید کا تعلق تھا۔ ام حبیبہؓ ابوسفیان کی بیٹی تھیں جس کو سب جانتے ہیں۔ حضرت صفیہؓ جویریہؓ۔ ریحانہؓ کا تعلق یہودی قبائل سے تھا۔ ان کو آزاد کر کے حضورؐ سے انہوں نے نکاح کی رضامندی کا اظہار کیا تو یہودی سرگرمیاں سرد پڑ

گئیں۔ حضرت زینب بنت جحش سے نکاح نے متبنی بیٹے کی رسم ختم کردی۔ حضرت میمونہؓ سے نکاح نے نجد میں صلح و آشتی کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تفصیل تو سینکڑوں صفحات پر محیط ہو جائے گی مگر آخری ایک بات بتانی ضروری ہے کہ اتنے سارے نکاح نعوذ باللہ کسی عیش کوشی کے لئے نہیں تھے ان میں سوائے ایک لڑکی کے سب یا تو طلاق یافتہ تھیں یا بیوہ تھیں۔ حالات زندگی پر غور کریئے آپ نے مسرت و تنگدستی میں بے آسراء عورتوں سے نکاح کئے اور خود کو ان کے نان نفقہ کا کفیل بنایا۔

نعوذ باللہ ذالک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار

ترجمہ: ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں یہ کافر لوگوں کے خیالات ہیں۔ پس بربادی ہے ان کافروں کے لئے وہ دوزخ میں جانے والے ہیں۔"

میری گزارش یہ ہے کہ ہم لوگ بھی کریں اور کہیں کہ سنت ادا کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ کی حیات میں ہی چار سے زائد نکاح کے آرڈر کینسل ہو چکے تھے مگر حضورؐ اس سے مستثنیٰ اس لئے تھے کہ اگر وہ چار کے علاوہ باقی کو چھوڑ دیتے اور وہ عورتیں دوبارہ شادیاں کر لیتیں تو بڑے فتنے جنم لے لیتے۔ اب بہرحال ہمارا نفس مضمون عمر میں تفاوت کا متقضی ہے ہمارے ملک میں تو ویسے بھی اب مغربیت کا سورج نصف النہار پر ہے جس کا انسداد اب بھی ممکن ہے۔

جس قدر حیا شرم اس معاملے میں ساٹھ سال پہلے تھی اب مفقود ہو چکی ہے۔ پہلے تو لڑکے بھی شرمیلے تھے۔ حضرت علیؓ اپنے رشتہ دار کے لئے حضورؐ کے پاس آئے۔ دوزانو چپ بیٹھ گئے۔ شرم کے مارے نگاہیں نیچی رکھیں۔ مگر حضورؐ نے فرمایا مجھے معلوم ہے۔ جبرئیلؑ بتا گئے ہیں کہ خداوند کا حکم ہے کہ تمہارا نکاح فاطمہؓ سے کر دیا جائے۔ اب معاشرے نے ایک اور کروٹ لے لی۔ تعلیم بالغاں نے خوب کل پرزے نکال لئے۔ دونوں اصناف نے آنکھوں میں آنکھیں، ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اور ماں باپ سے مدعا بیان کر دیا۔ ماں باپ نے مجبوراً شادی میں شرکت کر لی۔ چند ماہ یا سال بھر دھوم دھام رہی۔ پھر اللہ توبہ! اس ناچیز کا تو تجربہ یہی ہے کہ ماں باپ کی طے کردہ شادی کے ٹوٹنے کے امکان کم ہوتے ہیں اور اعداد و شمار کے لحاظ سے پسندیدگی، عمر غیر متناسب ہو تو انجام بہ خیر کم ہوتا ہے۔ لہذا ہماری ہدایت یہی ہے کہ شادی کے بعد متوازن عادات اور معاملات میں ہم آہنگی پیدا کی جائے۔ جلد بازی اور جذبات سے کام نہ لیا جائے اللہ خیر کرے۔ امین

عورت کے حقوق: اسلام نے عورت کو اس قدر حقوق عطا فرمائے ہیں کہ ان حقوق کو پا لینے کے بعد اب مزید حقوق کا مطالبہ کرنا گویا اپنے حقوق سے ناواقفیت کا اظہار ہے یا دوسرے لفظوں میں اسلام کے دستور عمل سے لاعلمی ہے۔ قرآن مجید میں عورتوں کے حقوق کے بارے میں سورۃ النساء پڑھ لیجئے۔ جہاں عورتوں کے حقوق کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ لڑکی کو زندہ درگور کر دینے والے والدین کو دردناک عذاب سے ڈرا کر

عمدہ پرورش اور عمدہ تربیت وتعلیم دلا کر شادی کر دینے والے کو جنت کی خوشخبری عطا فرمائی ہے۔ حضور ﷺ نے جنت میں والدین کو اپنے اس قدر قریب ہونے کا درجہ عطا فرمایا ہے جیسے شہادت کی انگلی اور درمیان کی انگلی کا فاصلہ ہے۔

اسلام سے قبل عورت کے ساتھ روا رکھے جانے والے دور جاہلیت کے وحشیانہ سلوک سے نکال کر عورت کو مرد کے برابر لا کر کھڑا کر دیا۔ ایام حیض میں دور جاہلیت کے زمانے میں عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا ممنوع تھا۔ بلکہ عورت کو اس دور میں ایک کمرہ میں مقید ہونا پڑتا تھا۔ اس نفرت کو دور کرنے کے لئے مرد کو اس کے ساتھ نشست و برخاست پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ چور مرد ہو یا عورت۔ زانی مرد ہو یا زانی عورت اسلام میں دونوں کو ایک جیسی سزا کا مستجب قرار دیا گیا۔ کسی جگہ بھی عورت سے امتیازی سلوک نہیں کیا برتا گیا کہ عورت کو زیادہ سزا اور مرد کو کم سزا دی جائے۔

اجر وثواب میں برابر حصہ دار: ایک دفعہ ایک انصاری عورت نے حضورؐ سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہؐ! ہم مردوں کے مقابلے میں ثواب حاصل کرنے کے معاملہ میں کیوں کم ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کیسے۔ عورت نے عرض کیا۔ "مثلاً ہمیں جا کر جہاد کرنے سے منع کیا گیا۔ ہمیں جنازے کو کندھا دینے سے روک دیا گیا۔" حضورؐ یہ باتیں سن کر مسکرائے پھر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اس عورت سے زیادہ بہتر سوال کرنے والی کوئی عورت تم نے دیکھی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں۔ پھر حضورؐ عورت کے طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو جہاد اور جنازے کو کندھا دینے کے برابر عورتوں کو گھر کا کام کاج، بچوں کی نیک تربیت، اپنی عصمت وعفت کی حفاظت اور سب سے بڑھ کر خاوند کی خوشنودی حاصل کرنے میں اجر وثواب رکھا ہے۔ گویا عورتوں کو ثواب کا درجہ حاصل کرنے میں اجر و ثواب میں اس قدر آسانی پیدا کر دی کہ عورت جو اپنے گھر کا کام، اور بچوں کی تربیت اپنی عصمت کی حفاظت کرتی ہے اور اپنے خاوند کی خوشنودی حاصل کرتی ہے اس کو جہاد میں جا کر لڑنے اور جنازے کو کندھا دینے کے برابر ثواب حاصل ہو سکتا ہے۔

حیا شرم: حیا ایک ایسی خوبی ہے جو انسان میں فطری طور پر بچپن سے ہی موجود ہوتی ہے۔ اگر انسان کی مناسب تعلیم وتربیت کی جائے تو یہ خوبی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اسلام نے اس خوبی کی ارتقاء اور بقاء کے لئے مناسب نگہداشت کا حکم دیا ہے۔ مرد، عورتوں کو بے حیائی کی باتوں سے بچنا چاہیے۔ عورت چونکہ بچوں کی تربیت کی نگران ہوتی ہے۔ لہذا اسے اس امر کی حتی الوسع کوشش کرنی چاہئے۔ کہ اس کے بچے بے حیائی سے بچیں۔ تھوڑی تھوڑی بے حیائی سے بچے کی جراءت بڑھتی رہتی ہے۔ مائیں آجکل لڑکوں کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے نہیں روکتیں۔ بڑے گھرانوں یا یوں کہہ لیں کہ متمول گھرانے میں لڑکے (نوعمر) عموماً کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں وجہ یہ ہے کہ وہ پتلون پہنتے ہیں۔ انگریزی سکولوں میں پڑھتے ہیں۔ اسطرح بچپن سے اس عادت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ پتلون اتارنا

شکل کام ہے۔ کہیں کہیں بچے برابر کھڑے ہو کر پتلون آگے سے کھول کر پیشاب کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات لڑکیاں بھی انہیں دیکھتی ہیں۔ فارغ اوقات میں مائیں ٹی وی دیکھتی رہتی ہیں۔ اور بہت نوعمر بچے ان کے ساتھ بیٹھے ٹیلی وژن مستقل دیکھتے ہیں۔ ان میں بعض اوقات ایسے شرمناک مناظر ہوتے ہیں کہ بچوں کیلئے مہلک ہیں۔ وہ مناظر ان کے ذہن میں پیوست ہو کر رہ جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کی پوری حیات طیبہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات مبارکہ اس بات کی نمونہ تھیں کہ آپ شرم و حیا کے پیکر تھے۔ صحابہ کرامؓ کی رائے یہ تھی کہ حضور ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ آپ ﷺ کے بچپن کا ایک واقعہ ہے کہ جب خانہ کعبہ کی تعمیر نو کا کام جاری تھا تو آپ ﷺ بھی دوسرے لڑکوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ گرمی کی وجہ سے یا کپڑے خراب ہونے کی وجہ سے لڑکوں نے اپنے کپڑے اتار دیئے تھے۔ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ سے کہا کہ تہبند کھول کر کندھے پر رکھ لو۔ آپ ﷺ نے ایسا کیا مگر آپ ﷺ پر فوراً بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو زبان مبارک پر میرا تہبند۔ میرا تہبند کے الفاظ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں کہ دوسرے بچے برہنہ ہونے میں عار نہیں سمجھتے۔ مگر اس عمر میں آپ ﷺ کی حیاداری کی کیا کیفیت تھی کہ فوری تہبند لے کر لپیٹ لیا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ "حیا ایمان کی ایک شاخ ہے" ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "حیا خیر کے علاوہ دوسری کوئی چیز نہیں"۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ انصار کی عورتیں کس قدر اچھی تھیں کہ دین کا علم حاصل کرنے سے ان کو حیا نہیں روکتی تھی۔ اور جس کو کسی برے کام کرنے سے باک نہیں ہوتا۔ اس کا نام دلیری اور آزادی نہیں ہے بلکہ بے حیائی ہے کیونکہ یہی جذبہ حیا ہے اور جو انسان کو برائیوں سے باز رکھتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر بے حیا ہو کر جو چاہے کر سکتا ہے۔ اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "اگر تم میں شرم و حیا نہیں پھر جو چاہے کرو"

<u>مردوں کا لباس:</u> رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعض عورتیں نام کو کپڑا پہنتی ہیں لیکن در حقیقت ننگی ہوتی ہیں۔ ایسی عورتیں جنت میں نہیں جائینگی۔ آج کل عام طور پر فیشن کے طور پر بعض عورتیں اتنا باریک کپڑا پہنتی ہیں کہ سارا جسم نظر آتا ہے ایسی عورتیں اپنے اس عمل سے باز آجائیں ورنہ وہ جنت سے محروم رہیں گی اور دوزخ ان کا ٹھکانہ ہوگا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی بہن اسما ایک دن حضور ﷺ کے پاس آئیں اور وہ باریک کپڑے پہنی ہوئی تھیں تو سرکار دو عالم ﷺ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور فرمایا کہ "اے اسما عورت جب سن بلوغ کو پہنچ جاتی ہے تو درست نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے۔ سوائے چہرے اور ہاتھوں کے۔ (ابوداؤد)

حضرت دحیہ بن کلبیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس کچھ ریشمی چادریں آئیں۔ آپ ﷺ نے اس میں سے ایک چادر مجھے بھی عنایت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس کے دو حصہ کر لو۔ ایک کا تو اپنا کرتا بنوا لو۔ دوسرا اپنی بیوی کو دے دینا۔ جب حضرت دحیہؓ اٹھنے لگے تو روک کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہ دینا کہ اس کے نیچے

ایک ،ور کپڑا لگالیں جب پہنے تا کہ اس کا جسم نظر نہ آئے۔

ایک بات عورتیں اور سن لیں کہ آجکل دستور ہے شادی بیاہ کی محفلوں کے علاوہ حرص میں آکر کہ فلانی تو ایسے کپڑے پہنتی ہے میں بھی اس سے بہتر پہنوں۔ اس ضد میں آکر نمود ونمائش کے لئے ایک سے ایک اعلیٰ کپڑا بنواتی ہیں۔شوہروں کی کمائی لٹاتی ہیں۔ یا اپنی فرمائش کر کر کے تنگ کرتی ہیں۔سن لیں اچھی طرح کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا حضورﷺ نے "جو بھی اس دنیا میں نمود ونمائش، یا فخر واستکبار کے لئے کپڑے پہنے گا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت ورسوائی کے کپڑے پہنائے گا۔" (احمد، داؤد، ابن ماجہ)

یہ بھی عام بات ہے کہ بعض عورتیں کپڑا تو موٹا پہنتی ہیں جسم تو اندر کا نظر نہیں آتا۔مگر کپڑے کی سلائی اتنی چست ہوتی ہے کہ اعضا کی ساخت اور جسم کے خدوخال کپڑے کے اوپر سے محسوس ہوتے ہیں۔ایسی عورتیں بھی ننگی ہونے کے حکم میں آتی ہیں۔بعض عورتوں کے کپڑے موٹے بھی ہوتے ہیں اور ڈھیلے بھی۔اس کے علاوہ ساڑھیاں باندھنے میں پیٹ صاف دکھائی دیتا ہے۔ بلاؤز میں گریبان اسقدر کھلا ہوتا ہے کہ سینہ جھلک رہا ہوتا ہے۔اب تو کالج اور یونیورسٹیوں کے طالبات انگریزی لباس مردوں والے پتلون اور شرٹ پہنے عام دکھائی دیتی ہیں۔جسمیں سے جسم کی ساخت پتلون اور قمیض میں سے آگے پیچھے دعوت دے دیتی ہے۔ یہ تمام عورتیں ننگی عورتیں ہیں۔ان پر روز قیامت اللہ کا عذاب نازل ہوگا اور جنت کی خوشبوں تک سونگھنے نہیں پائیں گی۔

حضورﷺ نے اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہے۔ دراصل مرد اور عورت میں ایک واضح فرق ہے۔ دونوں کی ساخت جدا ہے۔اللہ تعالیٰ نے دونوں کے مسائل ایک جیسے نہیں رکھے۔عورتوں کو چاہیے کہ وہ عورت بنی رہیں اور مردوں جیسی شکل وصورت اور لباس ہرگز نہ پہنیں کیونکہ حضورﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہیں۔ہم اس بات کو پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ فخر اور تعریف کروانے کیلئے پہنے والی عورت جنت سے محروم رہے گی۔عورت کا دستور ہے کہ جب کسی تقریب میں جانا ہوتا ہے تو وہ اچھے کپڑے اس نیت سے پہنتی ہے کہ دیکھنے والے خوب تعریف کریں اور لوگ دیکھ کر عش عش کرائیں۔ محفل سے واپسی کے بعد بھی عورتیں کہتی رہیں کہ واہ فلانی نے ایسے کپڑے اور زیور پہنے رکھے تھے اور پھر گھر آکر موقع پاکر اپنے شوہروں کو سنائیں۔تم میرے ساتھ کیا کرتے ہو۔فلاں شخص اپنی بیوی کا اتنا خیال رکھتا ہے کہ ہر تقریب میں نیا سوٹ سلوا کر دیتا ہے۔اور نئے ہار خرید کر پہناتا ہے۔سب دیکھنے والے تعریف کرتے ہیں۔

عورت ومرد میں فرق: ترجمہ: حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک عورت کے ہاتھ میں ایک پرچہ تھا۔ اس نے پرچہ دینے کیلئے پردہ کے پیچھے سے آنحضرتؐ کی طرف ہاتھ بڑھایا آپؐ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ: یہ نہ معلوم مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا۔ وہ بولی۔ یارسول اللہ عورت کا ہاتھ ہے۔فرمایا۔ اگر تو عورت ہوتی تو ہاتھ یا ناخن کو

مہندی سے رنگ لیتی۔ (مشکوۃ)

اس حدیث سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ صحابی عورتیں آنحضرتؐ سے پردہ کرتی تھیں۔ اسی لئے تو ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے پرچہ دینے کیلئے ہاتھ بڑھایا۔ اگر بے پردہ ہوتی تو سامنے آتیں پردے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر آجکل عورتیں پیروں کے پاس جا کر بالمشافہ بیٹھتی ہیں دکھ درد سناتی ہیں۔ تعویذ، گنڈے لیتی ہیں اور جاہل پیر بھی کسی عورت سے پردہ کے لئے نہیں کہتے۔ جب صحابی عورتوں نے آپؐ سے پردہ فرمایا تو کسی کو دم مارنے کی کیا مجال ہے۔ نہ ہماری عورتیں صحابیات سے بلند ہیں اور نہ نعوذ باللہ یہ پیر جنہوں نے ولی کامل کا بورڈ لگا رکھے ہیں۔ حضورؐ کی خاک سے بہتر ہیں۔ آپ اب بھی سنبھل جائیں کہ پیر کامل کے روبرو نہ بیٹھیں اور اپنے رسول اللہؐ کے طریقے کو مضبوطی سے تھامے رکیں۔ ان مرشدوں اور مریدینوں کے بہکانے میں نہ آئیں۔

اساتذہ اور لڑکیاں: بہت سے لوگ بڑی بڑی لڑکیوں بلکہ خاص جوان (چونکہ کالج جاتی ہیں) لڑکیوں کو ماسٹروں اور پروفیسروں یا قرآن پاک پڑھانے والے حافظوں سے بطور ٹیوشن پڑھواتے ہیں۔ اور پردہ کا بالکل خیال نہیں رکھتے۔ پڑھانے والا استاد اور پڑھنے والی لڑکیاں آمنے سامنے بیٹھ کر بلا پردہ کے پڑھتی ہیں۔ اور نہ صرف بے پردہ بلکہ خلوت اور تنہائی بھی ہو جاتی ہے۔ یہ سب حرام ہے۔ جان رکھو! کہ استاد یا پیر اگر غیر محرم ہے تو اس کے سامنے ہرگز نہیں آنا چاہیے۔

عورت اور مرد میں فرق ہر حالت میں ضرور واضح رہنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ عورت کو عورتوں والی وضع قطع سے رہنے کی ضرورت ہے۔ عورتوں کے ہاتھ میں مہندی لگی ہوئی اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے۔ ورنہ ناخنوں پر ضرور مہندی لگی ہونی چاہیے۔ مرد کو اپنی وضع مردانہ لباس میں اور عورت کو اپنی وضع زنانہ شکل میں رہنے کی ضرورت ہے۔ حضور ﷺ کا اس کا خاص اہتمام تھا اور ایک کو دوسرے کی وضع اور لباس پہننے سے منع فرماتے تھے۔

بعض عورتیں مہندی کی جگہ نیل پالش ناخنوں پر لگاتی ہیں۔ وہ ہرگز یہ نہیں سمجھیں کہ نیل پالش مہندی کا نعم البدل ہے۔ انہیں یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ مہندی اگر لگی ہو تو وضو ہو جاتا ہے۔ مگر نیل پالش لگنے سے وضو نہیں ہوتا جب تک نیل پالش بالکل صاف نہ کر دی جائے۔ آپ سوچ لیں کہ پانچ نمازیں پڑھنے کیلئے کتنی بار وضو کی ضرورت ہوگی۔ اور نیل پالش آپ کتنی مرتبہ اتار کر صاف کریں گی۔

توتے والی بات: اس بات کو ہم اوپر بیان کرنا بھول گئے تھے۔ اب پڑھ لیجیے۔ ترجمہ: حضرت ابن ملیکہ (تابعی) کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ سے کسی نے عرض کی کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی عورت پر لعنت کی ہے۔ جو مردوں کے طور طریقے اختیار کرے۔ (مشکوۃ)

آجکل سکول اور کالج کی لڑکیاں عام طور پر مردانہ شوز پہنتی ہیں۔ ممکن ہے ان کی یونیفارم میں داخل ہو۔ مگر اس بات کو اسکول اور کالج والے سمجھ لیں کہ یہ سنت میں ممنوع ہے۔ وہ لوگ ایسے قانون بنا کر لڑکیوں کو گمراہ نہ کریں اور خود بھی عذاب الٰہی کے نیچے نہ آئیں۔

مردوں کو زنانہ لباس ممنوع ہے: ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت کی جو عورتوں کا لباس پہنے اور ایسی عورتوں پر لعنت کی جو مرد کا لباس پہنے۔ (ابو داؤد۔ مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے لعنت کی ان مردوں پر جو عورتوں کی طرح شکل و صورت بنائیں (ہیجڑے بن جائیں یا ایکٹنگ کریں) اور لعنت کی ان عورتوں پر جو شکل وصورت میں مردانہ پن اختیار کریں۔ ارشاد فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔ (مشکوٰۃ)

ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کو اس بات سے نفرت تھی کہ مرد زنانہ لباس پہنیں یا اور کسی زنانہ پن کو اختیار کریں۔ اس بات سے بھی آپ ﷺ کو سخت نفرت تھی کہ کوئی عورت مردانہ لباس پہنے۔ یا مردانہ چال ڈھال اختیار کریں۔ اسی نفرت کے باعث آپ ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی اور درحقیقت عقل کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ مرد مرد بن کر رہے اور عورتیں عورتیں بنی رہیں۔ آجکل کے لوگ یورپ، امریکہ کے کافروں مشرکوں اور سینما ٹیلی وژن میں کام کرنے والے ایکٹروں، ایکٹرسوں کی وضع قطع کی نقل کرنے میں صف اول میں کھڑے رہتے ہیں اور ان ایکٹروں کے لباس طرز گفتگو طور طریقہ کو اختیار کرنا ذریعہ عزت سمجھتے ہیں۔

مردوں میں زنانہ پن عورتوں میں مردانہ پن کیسے آیا۔ عموماً سب اس کو جانتے ہیں کہ داڑھی مونڈوانا حرام ہے یہ ہندو اور انگریزوں کی ایجاد ہے۔ عورتوں کو بے محابہ منہ کھولے۔ سکول کالج جانا۔ بسوں میں سفر کرنا۔ اسمبلیوں اور جلسوں میں سفر کرنا سب حرام ہیں۔ بازاروں میں مردوں سے کھوا سے کھوا رگڑتے ہوئے شاپنگ کرنا۔ صرف ایک کرتی پہن کر بغیر دوپٹہ دوپٹہ بھی اگر ہے تو برائے نام ایک کپڑے کی دھجی گلے میں ڈالے بازاروں میں گھومنا سب حرام ہے۔ ہمارے علم میں بہت سارے واقعات ہیں لڑکوں کے داڑھیاں تھیں مگر شادی ہوتے ہی داڑھی غائب معلوم ہوا کہ بیوی نے داڑھی منڈوائی۔ ایک ہمارے عزیز ملتان میں دانتوں کے ڈاکٹر ہیں' اللہ نے توفیق دی حج بیت اللہ کرنے گئے واپس آئے تو با قاعدہ داڑھی تھی تو ہم نے مبارک باد دی انہوں نے اللہ کی توفیق کو سراہا مگر چند دن بعد ملاقات ہوئی تو داڑھی غائب ہو چکی تھی۔ معلوم ہوا کہ بیگم صاحبہ کے عنایت کی نذر ہو گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

ترجمہ: حدیث مبارک میں ہے کہ عورت بننے والے مردوں اور مرد بننے والی عورتوں کو اپنے گھر سے نکال دو۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک ہیجڑہ حضور ﷺ کے پاس کوئی پکڑ کر لایا جس کے ہاتھ اور پاؤں میں مہندی لگی ہوئی تھی آپ ﷺ نے فرمایا اسے کیا ہو گیا۔ عرض کیا گیا کہ یہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر

اسے مدینہ سے باہر نکلوادیا۔اور ایک بستی نقیع میں رہنے کوفرمایا۔(مشکوٰۃ)

بعض گھروں میں بچہ کی پیدائش یا شادی کی تقریب میں ہیجڑوں سے گانا گوایا جاتا ہے۔اس میں دھرا گناہ ہے ایک ان کو گھر میں گھسانا دوسرا ان سے گانا بجوانا۔اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔فقہاء نے لکھا ہے کہ جو عورتیں بے پردہ باہر پھرتی ہیں۔مسلمان عورت کو ان سے بھی پردہ کرنا لازم ہے۔جب کہ پردہ مردوں سے کیا جاتا ہے۔

تعلیم یافتہ عورت: اونچی اونچی ڈگریاں لے کر عورت دنیا کی تعلیم میں تو اجاگر ہوگئی مگر دین کی تعلیم سے دور ہٹ گئی۔ان ڈگریوں کی بدولت بڑے جاہ وحشم کی ملازمتیں اختیار کرلیں۔گھر کا کام کرنے کیلئے نوکرانی یا نوکر رکھے۔بچوں کی پرورش کیلیے آیا یا دایا کا انتظام ہوگیا۔خود صبح کی گئی شام کو تھکی ماندی گھر میں گھسی۔شوہر اپنی نوکری پر بیوی اپنی ملازمت پر۔روپیہ تو ضرور جمع ہورہا ہے اور عصمت کا یہ حال ہے کہ بن سنور کر۔سولہ سنگھار کر کے ڈیوٹی پر روانگی۔دفتر۔کلبوں اور "سائٹس" پر غیر مردوں۔نامحرموں کے ساتھ دن رات گزارنا۔یہی حال مغربی ملکوں میں ہے جو اب یہاں بھی عام ہوتا جارہا ہے۔جدھر عورت کی مرضی ہوئی چل پڑی اب دفتر۔اسپتال میں ڈیوٹی ہے اب میٹنگ میں شرکت ہے۔باس کو خوش کرنے کیلئے پاپڑ بیلے جارہے ہیں۔خاوند کی خوشنودی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اگر خاوند نے کوئی بات کہہ دی مثلاً کھانا ٹھیک نہیں یا کپڑے نہیں دھلے اور کوئی گھر کی بات کہہ دی تو فوراً ٹکا سا جواب ملا کہ میں سارا دن تھک جاتی ہوں نوکری کروں یا گھر دیکھوں۔خاوند سختی سے بولا تو آنکھیں نکال کر ملازمت اور اپنی کمائی کے طعنے دینے شروع کردیئے کہ میں کون سا تیرا کھاتی ہوں۔میں تجھ سے زیادہ کماتی ہوں۔جب سے شادی ہوئی ہے یہی مصیبت ہر وقت میرے پیچھے پڑے رہتے ہیں پھر رونا شروع کردیا اور ناشکری کے کلمات جو منہ میں آئے بولنا شروع کردیئے۔

یہ بات درست ہے کہ ماں باپ اپنی بیٹیوں کو بہت پیار کرتے ہیں۔لاڈ پیار سے پالتے ہیں کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ ایک بیٹی رُخصت ہوکر چلی جائیگی۔اس وجہ سے اس کے ناز نخرے اٹھانے میں کسر نہیں چھوڑتے۔لڑکیاں یہ سمجھتی ہیں کہ یہی زندگی ہے مگر شادی کے بعد خانہ داری کا بوجھ ان کے سر پر آپڑھتا ہے تو وہ عیش وآرام کے دن جو ماں باپ کے ہاں گزار دیئے تھے یاد کرتی ہے۔کچھ اچھی لڑکیاں ضرور بقدر ضرورت احسن طریقے سے نباہ کرلیتی ہے۔مگر زیادہ لڑکیاں شادی کے چند ماہ یا سال کے بعد اس کو عذاب سمجھنے لگتی ہیں۔ان کی ماں کو چاہیے کہ شادی سے پہلے بیٹی کو اصل زندگی کے سب نشیب وفراز سے آگاہی بخشیں اور ایسی تعلیم دے کہ شادی شدہ زندگی میں زہر نہ گھلے۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ عورت جبکہ وہ پانچوں وقت نماز پڑھتی ہے۔رمضان کے روزے رکھتی ہے۔اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتی ہے اور اپنی شوہر کی اطاعت کرتی ہے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے تو داخل ہوسکتی ہے۔ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ کون سی بیوی سب سے اچھی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بیوی جو اپنے خاوند کو خوش رکھے جب وہ اسکی طرف دیکھے اطاعت کرے۔خاوند گھر میں آئے تو بیوی کو دیکھ کر خوش ہوجائے اور اپنے مال کے (بقیہ صفحہ ۵۵ پر)

سلسلہ خطبات جمعہ

حضرت مولانا حافظ محمد انوار الحق *
ضبط وترتیب: حافظ محمد سلمان الحق انوار

اعمال صالحہ کے دنیوی اور اخروی فوائد اور ثمرات

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد۔ قال اللہ تعالیٰ فی کلامہ المجید فاتقوا اللہ ما استطعتم و اسمعوا و اطیعوا و انفقوا خیرا لانفسکم و من یوق شح نفسہ فاولیک ھم المفلحون (تغابن) وقال علیہ الصلوۃ و السلام ما نقصت الصدقۃ من مال و ما زاد اللہ بعفو الاعزاً و ما تواضع احد للہ الارفعہ اللہ (مسلم)

گزشتہ جمعہ مذکورہ آیت وحدیث کے ضمن میں اخروی وبعداز مرگ درجات جوکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کیلئے مقرر تھے کاذکر ہوا آج ان ہی اعمال صالح کی دنیوی وظاہری اثرات وفوائد کاذکر کرنے کی کوشش کروں گا۔

ترقی وبقا کے اسباب

ہر چیز کی ترقی و بقاء اور نشو ونما کے لئے دو سبب ہوتے ہیں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ مثلاً اگر ہم چاہیں کہ ہمارا بدن چست' تندرست اور صحت مند رہے تو اس کا ظاہری سبب تو یہ ہے کہ اچھی خوراک' اچھی فضاء' مناسب آرام اور ورزش وغیرہ جیسی اشیاء وامور سے اپنے بدن کو صحت مند رکھ کر اپنی عمر مین اضافہ کیا جائے جب کہ عمر کی درازی کا ایک حقیقی وباطنی سبب مرشد عالم صلعم نے بھی بیان فرمایا ہے کہ اس نیک عمل پر اگر چلنے کی کوشش کی جائے تو یہی عمل نہ صرف آخرت کے فوز وفلاح کا ذریعہ ہے بلکہ عمر میں زیادتی کا حقیقی سبب بن سکتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عمل خواہ وہ خیر کا ہو یا شر اور برائی کا ہو عمل کرنے والے پر اپنا اثر چھوڑتا ہے مثال کے طور پر اسلام کے اعلیٰ ترین حسن معاشرت کے صرف ایک شعبہ قرابت داری' اور صلہ رحمی ہی کو لیجئے کہ ایک رشتہ دار جب دوسرے رشتہ دار جس کے ساتھ اس کے رحم کا رشتہ ہے کے مصائب وضروریات میں اس کے کام آتا ہے اس کے ظاہری وتمدنی فوائد کا تو شمار ہی ناممکن ہے سب سے

* استاذ حدیث ونائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بڑا فائدہ جس کے لئے ہم دن رات مختلف اصول اپنا کر حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ ہے عمر کی زیادتی و فراخی رزق وہ اسی دینی اصول صلہ رحمی کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتے ہیں:

رزق میں برکتیں:

حضور اکرم صلعم کا ارشاد ہے: عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من احب ان یبسط لہ فی رزقہ و ینسالہ فی اثرہ فلیصل رحمہ'

''رسول صلعم نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی و وسعت ہو اور اس کی موت میں تاخیر کی جائے یعنی عمر دراز ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک و احسان کرے۔''

گویا جو قرابت داروں کا حق ادا کرتا ہے ان کی خبر گیری میں مصروف اور ان کے مصائب میں فکرمند ہو کر ان کے ازالہ کی سعی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کی روزی کو کشادہ کر کے اس کی عمر کو بھی بڑھاتا ہے بلکہ قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی پر حضور ﷺ نے زور دیتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ جو مسلمان صلہ رحمی کا پابند ہے وہ اللہ سے اپنا تعلق جوڑتا ہے اور جو قاطع رحم ہے وہ صرف اسلامی معاشرہ و رشتہ داروں میں معیوب اور معتوب ہی نہیں بلکہ اللہ سے بھی اپنا رشتہ توڑتا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: الرّحم معلقة با العرش تقول من وصلنی و صلہ' اللہ و من قطعنی قطعہ اللہ۔ (بخاری)

'' رحمِ انسانی اور قرابت داری نے عرش رحمان کو پکڑ کر کہا کہ جو مجھ سے ملائے گا تعلق جوڑے گا اللہ اس کو اپنے آپ سے ملائے گا اور جو مجھے کاٹے گا اس کو رب العزت کاٹے گا۔''

صلہ رحمی:

پھر اسلام کی فراخ دلی کو دیکھئے کہ اگر کوئی رشتہ دار اپنے حق کو ادا نہیں کرتا تو اس کے دوسرے قرابت دار اور عزیز کو یہ مناسب نہیں کہ یہ بھی اپنی صلہ رحمی کے حق کو ادا نہ کرے بلکہ دراصل صلہ رحمی اس کا نام ہے کہ جو عزیز کے حق کو ادا نہ کرے اس کے حق کو ادا کیا جائے حضورؐ کی تعلیمات یہ ہیں کہ صل من قطعک و اعف عن من ظلمک کہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کا رشتہ قائم کیا جائے جو اس رشتے کو توڑتا ہے اور جو تیرے ساتھ ظلم و زیادتی کرے اسے معافی دی جائے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل اذا قطعت رحمہ وصلھا۔ (بخاری) ''جو بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے وہ دراصل صلہ رحمی کا حق ادا کرنے والا نہیں بلکہ توڑے ہوئے رشتہ کو جوڑنے والا دراصل صلہ رحمی کرنے والا ہے۔''

یعنی دونوں احادیث کا مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ زیادتی کرنے والے کا بدلہ اس کے زیادتی کے برابر اس کو سزا دینے کا جواز بھی شریعت میں فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم کی صورت میں ہے مگر بڑا اجر و مرتبہ تب

ہے جب آپ پر ظلم کیا جائے اور اس کو معافی دی جائے کیونکہ معافی بھی انتقام کی بہترین شکل ہے۔ زیادتی کرنے والا مخالف کے اس اعلیٰ سلوک سے متاثر ہو کر آئندہ ظلم وزیادتی سے شاید رک جائے۔ معافی کی شکل میں اس زیادتی کا بدلہ اجر وثواب کی صورت میں اللہ دے گا اور خود بدلہ لینے کی صورت میں ثواب واجر کی توقع ہی نہیں اس کی مثال تو اس راہ چلتے ہوئے شخص کی ہے کہ جسے راستے میں گدھے نے لات ماردی اور جواب میں یہ شخص بھی گدھے کو لات مار دے۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا۔ کہ راہ گزر بھی گدھے کا ہم پلہ وہم مشرب ہوا۔

صدقہ سے مال بڑھتا ہے:

بات ہو رہی تھی صدقہ کی کہ اس سے مال میں کمی نہیں ہوتی بلکہ مال اس سے بڑھتا ہے کیونکہ مال ودولت کے بڑھانے اور اس میں اضافہ کے لئے کئی اسباب ظاہر یہ لوگ اختیار کرتے رہتے ہیں کوئی سرمایہ کاری وتجارت کرتا ہے اور کوئی نوکری وکارخانہ سازی۔ غرض مال کے بڑھاوے کیلئے بے شمار حیلوں وتدابیر پر عمل کیا جاتا ہے اور ایک حقیقی سبب وذریعہ حضور اکرمؐ نے بھی خطبہ کے ابتداء میں ذکروہ حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ما نقصت الصدقة من مال۔ کہ صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں آتی بلکہ اضافہ ہوتا ہے اگرچہ ظاہر میں دینے والے کا مال کم ہو جاتا ہے مگر حقیقت میں دنیا وآخرت میں اسکا بدلہ اللہ تعالیٰ اجر وثواب کی صورت میں دیکر اس کو مزید درمزید بنا دیتا ہے۔

صدقات دینے سے مال میں اضافہ کی کئی بشارتیں احادیث میں دی گئی ہیں مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ اے بنی آدم تو خرچ کر تو تجھ پر خرچ کیا جائے گا یعنی جو کچھ بھی تم اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرو گے مال میں کمی اور اس کا تلف ہونے کا تصور مت کرو دنیا میں بھی اللہ دوسروں کے ذریعہ تمہارے اوپر خرچ کرنے کا انتظام کردے گا۔ مثلاً ملازمت میں ترقی' زراعت کے ذریعہ فصل میں اضافہ کاروبار وتجارت میں منافع کی شکل میں اس کا بدلہ اس سے کہیں بڑھ کر تجھ کو دے دیا جائے گا۔

فرشتوں کی دعا:

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے مال میں اضافہ کے لئے انسان کیا فرشتے تک دعا کرتے ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے: ما من يوم تصبح العباد فيه الا ملكان ينزلان من السماء فيقول احدهما اللهم اعط منفقا خلفاً ويقول الآخر اللهم اعط ممسكا تلفاً ۰ (بخاری۔ مسلم)

"روزانہ ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں ایک یہ دعا دیتا ہے کہ یا اللہ تو سخی اور خرچ کرنے والے کو مال میں زیادتی اور برکت دے اور دوسرا کہتا ہے کہ نہ دینے والے کنجوس اور بخیل کے مال میں کمی کر کے اس کو برباد کردے۔"

ظاہر ہے کہ یہ دعا وبددعا آخرت کے لئے نہیں اسی دنیا کے بدل وخلف کا معاملہ ہے پھر ایک دوسری روایت میں ارشاد ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خرچ کرو حساب کتاب کے چکر میں نہ پڑو ورنہ خدا بھی تم کو مزید دینے کے بجائے

حساب و کتاب کا معاملہ شروع کر دے گا اور جمع کرنے کی بیماری میں مبتلا نہ ہو کہ اللہ بھی اپنا ہاتھ روک لے بلکہ اپنی طاقت و استطاعت کے مطابق جو کچھ کم از کم ہو سکے اللہ کی راہ میں دے سکتے ہو ضرور دیتے رہو۔ کیونکہ صدقات دینے سے دنیا میں بھی مال میں اضافہ و برکت پیدا ہونے سے کمی کا نظریہ باطل ہو جاتا ہے اور یہ دعویٰ مفروضے پر مبنی نہیں بلکہ محسن انسانیت کی ایک حدیث جو امام مسلم لائے ہیں اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے بہترین دلیل ہے حضور فرماتے ہیں کہ ایک دیندار شخص اپنی زمین کی پیداوار کے حصے کر کے ایک حصہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے استعمال کے لئے چھوڑتا اور ایک حصہ اللہ کے راستے میں صدقہ کرنے کے لئے جدا کر کے مستحقین میں تقسیم کر دیتا تھا جس کی وجہ سے اس کا کھیت صدقہ نہ کرنے والوں کے مقابلہ میں زیادہ سرسبز و شاداب اور فصل میں برکت ہو کر پیداوار بھی زیادہ ہوتا۔ اگر اس کے اپنے حصہ کے پانی سے اس کا فصل کی سیرابی نہ ہوتی دوسری جگہ پانی برس کر اس کے کھیت میں آ جاتا ایک دفعہ ایک شخص جنگ میں جا رہا تھا کہ اچانک کوئی بادلوں کو آواز دے کر کہہ رہا ہے کہ "اسق حدیقة فلان" فلان نیک شخص کے باغ کو سیراب کر دو۔ چنانچہ اسی بادل نے اس باغ سے ہٹ کر ایک پتھریلی زمین پر خوب بارش برسائی وہ پانی بہہ کر ایک ایسی نہر میں گرا جو اس شخص کے باغ کو سیراب کرتا تھا۔ یہ غیبی آواز سننے والا شخص پانی کے ساتھ ساتھ جا رہا ہے تا کہ دیکھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ پانی اس باغ میں نالیوں کے ذریعے پہنچ گیا۔ دیکھا کہ باغ میں ایک آدمی اس پانی کو درختوں کی جڑوں میں تقسیم کر رہا ہے اس راہ گیر نے اس شخص سے نام پوچھا بتانے پر معلوم ہوا کہ یہ وہی نام ہے جس کی طرف غیبی آواز میں نام لے کر بادل کو پانی برسانے کا حکم دیا گیا تھا۔ باغ کے مالک نے اس شخص سے اپنے نام کے پوچھنے کی وجہ جاننی چاہی کہ آپ میرا نام کیوں پوچھ رہے ہیں؟ تو اس مسافر نے کہا کہ انی سمعت صوتا فی السحاب الذین هذا ماءه یعنی میں نے اسی بادل سے جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی تھی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر دو۔ آپ کا نام معلوم ہونے پر وضاحت ہوئی کہ آپ ہی کا نام بتایا گیا تھا۔ آخر آپ کیا عمل کرتے ہیں کہ بادلوں کو بھی حکم ہوتا ہے کہ دور برس کر پانی آپ کے باغ کو پہنچایا جائے۔ اس دیندار شخص نے کہا کہ میں اس باغ کی آمدنی کے تین حصے کر دیتا ہوں ایک حصہ اپنے اور بچوں کے استعمال کے لئے ایک حصہ باغ کے اخراجات اور تیسرا حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے مختص کر دیتا ہوں آپ کو اس واقعہ سے اندازہ ہوا ہوگا کہ اسی ایک عمل صدقہ کی برکت سے دنیا ہی میں اس کی پیداوار اور آمدنی دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہو جاتی ہے۔

اسلام کے اصول انفاق:

صدقہ کے بارے میں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ انفاق فی سبیل اللہ صرف بڑے سرمایہ داروں اور دولتمندوں ہی کا کام ہے متوسط اور غریب لوگ اس سے مبرا ہیں۔ اسلام کے اصول انفاق کا مقصد یہی ہے کہ دوسرے سے لینے کی بجائے نظر کم از کم جو کچھ ہو سکے دینے پر بھی ہونی چاہیے خواہ حقیر سی شئی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ محبوب خدا سب سے بہتر صدقہ کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا غریب آدمی اپنی محنت ومشقت سے پیدا کر کے کسی کو جو کچھ دے دے وہی بہتر وافضل صدقہ ہے۔

اسی اصولِ تصدق فی سبیل اللہ کو عام کرنے کے لئے آپؐ نے فرمایا جب سالن پکاؤ اور زیادتی کا امکان نہ ہو تو پانی ہی زیادہ کرلو کہ ہمسایوں اور ان لوگوں کی بھی رعایت اور دلجوئی ہو سکے جن کے ہاں کچھ بھی پکانے اور کھانے کے لئے نہیں اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو صدقہ کے زمرہ میں یہ بھی آتا ہے کہ کہ ایک معذور وناتواں شخص کے ساتھ اس کام میں جس کا کرنے سے وہ معذور ہو مدد کر کے اس کا نامکمل کام کو پایہ تکمیل تک پہونچایا جائے حتیٰ کہ کسی کو اچھی بات اور کام کا امر دینا یا کسی کو بری بات سے منع کرنا' بچانا بھی صدقات میں شامل ہیں۔

یہ بات واضح ہوگئی کہ صدقات کرنے سے مال میں کمی نہیں بلکہ دنیا میں بھی زیادتی ہوتی ہے اب ذرا اس طرف دیکھیں کہ عالم حشر میں صدقات کی زیادتی کی کیا صورت ہوگی۔

قبر میں اعمال صالحہ تحفظ کریں گے:

جیسے کہ پہلے بھی ایک موقع پر ذکر کر چکا ہوں کہ قبر میں دفنانے کے بعد جب چاروں طرف سے خوفناک عذاب اپنی طرف آتے ہوئے نظر آکر لرزہ طاری ہوگا تو ایک طرف سے نماز دوسری طرف سے روزہ سر کی طرف سے قرآن اور پاؤں کی طرف سے یہی صدقہ وخیرات محافظ بن کر دوڑتے ہوئے عذاب کو روکیں گے۔

حضور اقدس کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص قبر سے جب اٹھے گا تو اسکے سامنے جبل احد کے برابر نیکیوں کا ایک پہاڑ آئے گا یہ پوچھے گا یہ کیا ہے اسے بتایا جائے گا کہ یہ تمہاری نیکیاں ہیں وہ حیران ہو کر سوچے گا کہ یا اللہ اتنی نیکیاں کہاں سے آئیں' میں نے اتنے زیادہ اعمال صالحہ کا ارتکاب ہی نہیں کیا۔ جواب میں اسے بتایا جائے گا کہ اے انسان یہ وہی کھجور ہے جو اپنی حلال کمائی سے تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کی اسے اللہ نے ترقی دے کر اتنا بڑھا دیا کہ پہاڑ کی شکل اختیار کر کے اب تیرے سامنے موجود ہے۔ اور اس کے بدلے اب اللہ تم کو اپنے انعامات سے نوازے گا اور اسی طرف اللہ جل مجدہ' نے واضح انداز میں اپنے اس فرمان میں اشارہ بھی فرمایا کہ

سود اور صدقہ میں فرق:

یمحق اللہ الربوا و یربی الصدقات کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کے ضمن میں اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ سود اور صدقہ دونوں کی حقیقت میں بھی تضاد ہے ان کے نتائج بھی متضاد اور اکثر ان دونوں کاموں کے کرنے والوں کی نیت میں بھی تضاد ہوتا ہے۔

حقیقت کا تضاد تو یہ کہ صدقہ میں مسلمان بغیر معاوضہ کے اپنا مال دوسرے کو دیتا ہے اور سود میں بغیر معاوضہ

کے دوسرے کا مال لیا جاتا ہے۔ اور دونوں کے کرنے والوں کی نیتوں کا تضاد یہ کہ صدقہ کرنے والا محض اللہ کی رضا اور ثواب آخرت کے لئے اپنے مال کو ظاہری طور پر کم کرنے کا فیصلہ کرتا ہے جب کہ سود لینے والا اپنے موجودہ مال پر ناجائز اور حرام زیادتی کا خواہش مند ہوتا ہے۔

نتائج کا متضاد ہونا قرآن کی اسی مذکورہ آیت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ سود سے کمائے مال کو مٹا دیتا ہے اور صدقہ کرنے والے کے مال اور اس کی برکت کو بڑھا دیتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ مال کی زیادتی کی حرص کرنے والے کا مقصد پورا نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ اور کم کرنے والے کے مال میں برکت پیدا ہو کر اس کے مال اور اس کے ثمرات و اجور میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

آیت کریمہ میں سود کے مٹانے اور صدقہ کو بڑھانے کا مطلب بعض مفسرین نے یہ بیان کیا کہ اس مٹانے اور بڑھانے سے مراد آخرت کو مٹانا اور بڑھانا ہے کہ سود خور کا مال آخرت میں اس کے کسی کام نہ آسکے گا بلکہ اس کیلئے عذاب کا سبب بن جائے گا اور خیرات کرنے والوں کا مال ان کے لئے آخرت کی ابدی نعمتوں کا ذریعہ بن جائے گا۔ یہ تفسیر بھی انتہائی اہم اور موقع و محل کے مناسب ہے۔ مگر اس کمی و زیادتی کے اثرات اس دنیا میں نمایاں ہیں اکثر و بیشتر سود خور کا پورا پوار مال راس المال سمیت غرق اور ڈوب جاتا ہے اور اگر کہیں ظاہری طور پر نقصان سے بچ کر مال میں سود کے ذریعہ اضافہ ہو بھی گیا اور دنیا کی ساری مادی آسائشیں کسی سود خور کو میسر بھی آگئیں تو وہ اطمینان و سکون جو حلال و جائز طریقوں سے دولت حاصل کرنے والے شخص کو میسر ہے وہ اسے کہاں۔ آج اگر آپ کو کسی سپشلسٹ ڈاکٹر کے پاس جانے کا اتفاق ہو تو معالج کا پاس بیسیوں ایسے سود خور ساہو کار ملیں گے جو قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو کر ڈیپریشن کا شکار ہوتے ہیں چند منٹ آرام کی نیند کو ترس ترس کر مصنوعی خواب و آرام کے لئے بے شمار قسم کی خواب آور دواؤں کا استعمال کرتے رہتے ہیں اللہ کی بے شمار اعلیٰ ترین نعمتیں باوجود کروڑوں روپے کے مالک ہونے کے۔ ان پر بطور پرہیز معالج کی طرف سے بند کر دی جاتی ہیں اور اللہ کی ہر نعمت کو صرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ تو سکتے ہیں مگر استعمال سے محروم ہو کر ان کا سود کے ذریعہ کمایا ہوا مال ان کے حق میں بے قدر و قیمت سرمایہ ہی رہا۔ اس سے بڑھ کر دولت کا مٹنا اور کیا ہوگا۔

سودی نظام کا انجام:

آج کی دنیا کے ترقی یافتہ اور غیر شرعی تہذیب سے آراستہ ممالک میں امریکہ و یورپ کا شمار سرفہرست ہے ان کے اقتصادیات کی عمارات کی بنیادیں سودی نظام پر قائم ہیں اور ہم میں بھی کئی کمزور عقیدہ کے مسلمان ان کی ظاہری ترقی سامان راحت، فیکٹریوں، کارخانوں کی فراوانی اور دولت کی ریل پیل کو سودی نظام کا کارنامہ قرار دے کر اپنے ممالک میں بھی اسی کافرانہ نظام کے اجراء و بقاء پر مصر رہ کر اس کو اپنی ترقی کا زینہ قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اگر ان کے

اس حدائی نظام سے متصادم نظام کے تحقیقی وغیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے تو سود کی شکل میں انسانوں کا خون چوس چوس کر اپنا بدن پالنے والوں کی ظاہری صورت اگرچہ پرکشش و آراستہ ہے مگر اندر سے ان کی حکومتوں کا پورا ڈھانچہ کھوکھلا ہو چکا ہے۔ ساری دولت پر چند گھرانوں اور کمپنیوں کا قبضہ ہونے کے بعد ان ملکوں کے رہنے والوں کی اکثریت احساس محرومی کا شکار ہو چکے ہیں اور وہ اپنی فلاح کے لئے ایک اور فطرت وقدرت سے متصادم نظام اشتراکیت کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں اپنے ہی نظام کے خلاف اندر ہی اندر لاوا پک رہا ہے اور شکست وریخت کا شکار ہو چکے ہیں۔ پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ ملکوں پر اپنا سکہ اور دبدبہ قائم رکھنے کے لئے جھوٹی اور مصنوعی ترقی کا ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہیں جب کہ اندرونی طور پر اس نظام کی بدولت ان کا پورا اقتصادی ومعاشی ڈھانچہ مفلوج ہو کر تباہی کے کنارے پہونچ چکا ہے اور سودی نظام کے علمبرداروں کے بڑے بڑے محقق اور مستشرق اپنے ملکوں' وسودی نظام سے چھٹکارا دلانے کے لئے اسلام کے منصفانہ معاشی نظام کو اپنانے پر غور کر رہے ہیں۔ کیونکہ سودی کاروبار کی وجہ سے ان کے طویل وعریض حدود سلطنت سمٹ کر مختصر علاقوں میں محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہر سال لاکھوں تعلیم یافتہ افراد بے روزگاری کے ہاتھوں ڈاکہ زنی' لوٹ مار جیسے جرائم کا مرتکب ہو رہے ہیں۔ امیر دن بدن امیر ترین اور غریب اور پسماندہ لحہ لحہ غربت وافلاس کے اندھے اندھیروں میں گرتا جا رہا ہے اور ان کو یقین ہو گیا ہے کہ سود کا آخری انجام دنیا میں بھی ذلت وخواری کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

اب آیئے ان لوگوں کی حالت دیکھئے جن کے مطمع نظر صرف لوگوں کے خون چوس کر اپنی تجوریوں کو بھرنا نہ تھا کہ بلکہ انفاق فی سبیل اللہ کی برکت سے فقر وفاقہ کے بعد ایسا وقت آیا کہ ہر ایک کے گھر میں لاکھوں لاکھوں درہم آئے۔ قیصر وکسریٰ کے خزانوں کی چابیاں ان کے قبضہ میں آئیں لوگ صدقات وصول والوں کو تلاش کرتے رہے' کوئی لینے والا نہ ملتا۔ انہوں نے بھی مال کے پیچھے در در کی ٹھوکریں نہ کھائیں۔ اگر کسی کے پاس راحت وسکون کے اسباب کچھ کم بھی تھے مگر دولت مندوں سے زیادہ اطمینان وسکون قلب ان کو حاصل رہے' کیونکہ ان کو یقین کامل تھا کہ "مانقصت الصدقة من مال" کی خبر صادق آخرت کے اعتبار سے تو بالکل واضح ہے دنیا کے اعتبار سے بھی اگر حقیقت سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اللہ جل جلالہ ہم کو بھی انفاق فی سبیل اللہ کے جذبہ سے سرشار ہونے کی توفیق نصیب فرمادیں۔

العیون الصافیہ شرح مبنی للکافیہ (پشتو)

افادات: مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی ترتیب وتدوین: مولاداد ہمدرد افغانی

ضخامت: ۲۱۶ صفحات قیمت: ۸۰ روپے

ناشر: موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جناب شمیم طارق صاحب *

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اور سلطان ٹیپو شہیدؒ

اسلام کی نشر واشاعت اور مسلم معاشرہ کے استحکام میں جن قوتوں کو کلیدی حیثیت یا مرکزیت حاصل ہے ان میں اہم ترین قوتیں تین ہیں۔

ا۔ علمی قوت: جو علمائے حق کی تلاش وجستجو، عقیدہ وعمل اور دعوت وعزیمت کی رہین منت ہے۔

۲۔ روحانی قوت: جو سالکانِ راہ نبوتؐ کے دم قدم سے وابستہ ہے۔

۳۔ دفاعی قوت: جو سلاطین وامراء کی خدا پرستی وخدا ترسی، قبول حق کی استطاعت اور انفرادی واجتماعی زندگی کے ہر شعبہ میں دین فطرت کی ہمہ گیر تعلیمات کے نفاذ کی قوت وکوشش سے متعلق ہے۔

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جب کبھی اس تینوں قوتوں میں سے کسی ایک میں بھی کوئی خرابی پیدا ہوئی یا ان کے باہمی ربط وتعلق میں فرق پیدا ہوا ہے تو مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں فساد وزوال کی کیفیت پیدا ہوئی ہے اور اس زوال وفساد کے سد باب کے لئے جو برگزیدہ شخصیتیں کوہ استقامت بن کر سامنے آئی ہیں مثلاً جگر گوشہ رسولؐ شہید اعظم سیدنا امام حسینؓ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ امام غزالیؒ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ امام انقلاب شاہ ولی اللہؒ وغیرہ، روحانی اور علمی دونوں قوتوں کی حامل رہی ہیں ان تمام برگزیدہ شخصیتوں نے ظالم اور گمراہ حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنے یا دفاعی قوت کو راہ راست پر لانے کی کوششوں کے ساتھ علمی اور روحانی قوتوں کو بھی اپنے حقیقی منصب سے نیچے گرنے یا بے لگام ہونے سے بچایا ہے۔

شہنشاہِ اکبر کے دور کے ہندوستان میں جب دفاعی قوت اسلام کی پامالی کا نشان اور کفر کی پاسبان ونگہبان بن گئی تھی۔ علمائے سوتن آسانی وشکم پروری کو اپنا مصدر حیات سمجھنے لگے تھے اور روحانی قوت کے علم بردار صوفیہ اپنا اور دوسروں کا تزکیہ نفس کرنے کے بجائے خود نفس پرستی کے موذی مرض میں مبتلا تھے اس دور میں امام ربانی مجدد

---

* ریسرچ آفیسر انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹیٹیوٹ

الف ثانیؒ کی شخصیت اور تحریک دعوت وعزیمت نے پہلے تو علمی، روحانی اور دفاعی یعنی بیک وقت تینوں قوتوں کی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے یہ بتایا کہ علماء صوفیہ اور بادشاہِ وقت اور اس کے امراء ذلت و گمراہی کے کتنے گہرے غار میں گر چکے ہیں۔

(الف) ''بعض نیم ملاؤں نے طمع کے ہاتھوں مجبور ہو کر جو ان کے خبث باطن کے سبب ہے، امراء وسلاطین کا تقرب حاصل کر لیا ہے اور ان سب نے جی حضور بن کر دین متین میں شکوک وشبہات پیدا کر دیئے ہیں اور اس طرح سادہ لوح حضرات کو گمراہ کر رہے ہیں''(۱)

(ب) ''جس طرح لوگوں کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے اسی طرح ان کی بربادی کا سبب بھی یہی علماء ہیں۔ علماء بہترین مخلوق بھی ہیں اور بدترین مخلوق بھی۔ لوگوں کا ہدایت یا گمراہی کی طرف گامزن ہونا بھی علماء ہی کے وجود سے وابستہ ہے۔

کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو اضلال وتضلیل کے کاموں سے فارغ بیٹھا دیکھا اور اس فراغت کا راز معلوم کیا تو ابلیس نے جواب دیا کہ میری جگہ اس وقت کے علماء میرا کام کر رہے ہیں۔ پس گمراہ کرنے کے لئے وہ کافی ہیں''(۲)

علماء کا یہ حال تھا تو صوفیہ کیوں پیچھے رہتے؟ انہوں نے کشف وکرامت کے جھوٹے دعووں سے مزید غضب ڈھائے اور عوام وخواص میں یہ فاسد گمان پھیلانا شروع کر دیا کہ چونکہ انہیں معرفت حاصل ہو چکی ہے اس لئے اب وہ احکام شریعت کے مکلف نہیں رہے، شیخ بدیع الدینؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں حضرت امام ربانیؒ نے ان ملحدوں کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

''..........اکثر خام صوفی اور بے سروسامان اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اپنی گردنوں کو شریعت مطہرہ کی اطاعت سے باہر نکال لیں اور شرعی احکام کو عوام الناس ہی کے ساتھ مخصوص رکھیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ خواص صرف معرفت ہی کے مکلف ہیں جیسا کہ وہ اپنی جہالت کے باعث امیروں اور بادشاہوں کو عدل وانصاف کے سوا کسی اور چیز کا مکلف قرار نہیں دیتے اور وہ کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ بجالانے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ معرفت حاصل ہو جائے اور جب معرفت حاصل ہوتی ہے تو شرعی تکلفات ساقط ہو جاتی ہیں۔(۳)

یہی نہیں دور اکبری میں بعض ایسے افراد بھی پیدا ہو گئے تھے جو خود کو صوفی کہتے تھے مگر اس وحی الٰہی کی پیروی سے علی الاعلان انکار کرتے تھے جس پر بندوں کی ہدایت کا دارومدار ہے۔ ان ''منکرین نبوت'' صوفیہ کا جو اہل ہنود کے عقیدے کی طرح اوتار ہونے کے مدعی تھے، امام ربانی مجدد الف ثانی نے سید مرتضیٰ بخاریؒ کے نام ایک مکتوب میں یوں ذکر کیا ہے:

''اگرچہ یہ منکرین نبوت بھی خدا کو ایک کہتے ہیں، لیکن ان کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو ...ن اسلام

کی تقلید میں وہ ایسا کہتے ہیں یا واجب الوجود ہونے میں تو اسی ایک ذات کو تسلیم کرتے ہیں' لیکن استحقاق عبادت میں اسے وحدہ لاشریک نہیں مانتے جب کہ اہل اسلام کے نزدیک وجوب وجود اور استحقاق عبادت دونوں امور میں اللہ تعالیٰ وحدہ' لاشریک ہے۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ سے باطل معبودوں کی عبادت کی نفی اور حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی معبودیت کا اثبات ہوتا ہے۔ دوسری بات جو ان بزرگوں (انبیائے کرام) کے ساتھ خاص ہے وہ یہ ہے کہ یہ حضرات دوسرے لوگوں کی طرح خود کو بشر ہی کہتے ہیں اور الہٰ اور معبود' حق سبحانہ' تعالیٰ کی ذات ہی کو قرار دیتے ہیں اور سب کو اسی ذات کے آگے جھکنے کی دعوت دیتے ہیں اور اس کی ذات کو حلول واتحاد سے منزہ مانتے اور منواتے ہیں۔

لیکن منکرین نبوت کی یہ حالت نہیں ہے کیونکہ ان کے سرداروں نے تو الوہیت کا دعویٰ کیا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کا اپنے اندر حلول بتاتے ہیں اور استحقاق عبادت اور الوہیت کا اپنے لئے کھل کر دعویٰ کرنے سے بچتے ہیں تو یقیناً انہوں نے خدا کی بندگی سے قدم باہر نکال لئے ہیں اور افعال قبیحہ واعمال شنیعہ میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس طرح ان پر اباحت اشیاء کا راستہ کھل جاتا ہے اور بزعم خویش خدائی منصب پر فائز ہو کر وہ گمان کئے ہوئے ہیں کہ ان کے لئے کوئی چیز ممنوع نہیں ہے اور جو کچھ ان کے منہ سے نکلتا ہے وہ درست ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب ٹھیک ہے' مباح ہے تو اس طرح وہ خود بھی گم کردہ منزل ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ تف ہے ان پر اور ان کے متبعین پر...... منکرین کے سردار اور رئیس جو خدائی کا دعویٰ کئے ہوئے ہیں ' جو کچھ کہتے ہیں' اپنے پاس سے کہتے ہیں اور محض اپنے باطل زعم الوہیت کی بنا پر اسے درست قرار دیتے ہیں۔ تو انصاف سے کام لینا چاہیے۔ جو شخص کمال بے عقلی کے باعث اپنے آپ کو الہٰ سمجھے اور عبادت کا مستحق جانے اور اس فاسد گمان کے تحت ناشائستہ افعال کا مرتکب ہو' اس کی باتوں کا کہاں تک اعتبار کیا جا سکتا ہے اور اس کی پیروی میں کون سی بھلائی مل سکتی ہے'' (۴)

علمی اور روحانی قوتوں کے گمراہ ہو جانے کے جو اثرات دفاعی قوت پر پڑ سکتے تھے' وہ بھی پڑے اور بالآخر اکبر جو بقول ملا عبدالقادر بدایونی بذات خود ایک نفیس جوہر اور حق کا طالب تھا' لیکن اس کے ساتھ ہی نرا جاہل بھی (۵) وہ شکم پرور علماء اور نفس پرور صوفیہ کے اس بہکاوے میں آ گیا کہ:

(الف) ''عقل مند لوگ تمام مذاہب میں پائے جاتے ہیں اور ریاضتیں کرنے والے اور صاحبان کشف و کرامات بھی سب گروہوں میں موجود ہیں اور حقانیت سب میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے حق وصداقت کو ایک ہی دین اور ایک ہی ملت میں کیوں منحصر کیا جائے اور وہ بھی اس مذہب میں جو بالکل نیا ہے اور جس کی عمر پوری ایک ہزار سال بھی نہیں۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ایک کا اثبات کیا جائے اور دوسرے کی نفی۔ یہ ترجیح بلا مرجح کیوں''۔ (۶)

اور پھر اس کے بعد:

(ب) ''جب اس (بادشاہ) نے بزعم خویش یہ خیال کر لیا کہ پیغمبر علیہ السلام کی بعثت کو ہزار سال گزر گئے ہیں

جو بقائے اسلام کی موت تھی تو یہ دین بھی ختم ہو گیا ہے اور ان کے سامنے اب اپنے دل میں چھپے ہوئے ارادے کو ظاہر کرنے کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی' کیونکہ ان علماء و مشائخ سے بساط علم بھی خالی ہو چکی تھی جن کا اثر و رسوخ تھا۔

ایسے افراد سے میدان خالی پا کر بادشاہ خوب کھل کھیلا۔ اسلامی احکام و ارکان کا بطلان کیا۔ مہمل اور بے ہودہ قوانین ایسے جاری کئے کہ عقائد و نظریات کے فساد کا بازار خوب گرم ہو گیا۔''(۷)

امام ربانی پیر طریقت تھے کہتے ہیں کہ ان کے ۹ لاکھ مرید اور پانچ لاکھ خلفاء تھے' وہ چاہتے تو اپنی خانقاہ میں اوراد و وظائف اور تلقین وارشاد میں مصروف رہتے' دنیا ان کے پاؤں چومتی' شاہی عتاب نازل ہوتا نہ گوالیار کے قلعے کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں قید کئے جاتے' لیکن قدرت نے تو انہیں ''منصب قیومیت'' پر فائز کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا' لہٰذا انہوں نے جہاد و اجتہاد کی راہ کی مشکلات کو اپنا مقدر بنا لیا اور علماء صوفیہ امراء اور بادشاہ وقت کی گمراہیوں کی نشاندہی کے بعد ان سب کے خلاف جہاد شروع کیا۔

آپ بعثت نبوی ﷺ کے دوسرے ہزارے یا الف ثانی میں لاثانی مجاہد و مجتہد بن کر سامنے آئے اور مذہب کی حرکیت اور تصوف کی باطنی قوت کو دوبارہ مجتمع کر کے مسلمانوں کے عقیدہ و عمل میں در آنے والی بہت سی ناہمواریوں کو دور کیا۔ اکبر کی جاری کی ہوئی گمراہیوں کے سیلاب کا رخ پھر گیا اور آپ نے ابتلاء و آزمائش کے بعد اپنی زندگی ہی میں اپنی دعوت و تحریک کی کامیابی ملاحظہ کی۔ جہانگیر نے اکبر کے ملحدانہ احکام منسوخ کر کے اسلامی احکام نافذ کئے اور بالآخر وہی تخت شاہی جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے سخت آزمائش اور قہر بنا ہوا تھا' آئندہ ان سعادت مند روحوں کا مسکن بن گیا جو اسلام سے مکمل وابستگی پر فخر کرنے والے تھے۔''(۸)

یہ امام ربانی کی ہمت مردانہ اور جذب قلندرانہ کی کرامت نہیں تو کیا ہے دفاعی قوت جو ان کے بقول روح کی مانند ہے اور جس کا راہ راست پر رہنا تمام رعایا کے راہ راست پر رہنے کے مترادف ہے نہ صرف صراط مستقیم سے رشتہ جوڑنے میں کامیاب ہوئی بلکہ اس کی بگاڑی ہوئی روحانی اور علمی قوتوں کے علم برداروں میں بھی توبہ کی تحریک پیدا ہوئی اس کرامت کا نقطہ عروج اورنگ زیب عالم گیر تھے۔ شیخ محمد اکرام نے بہت صحیح لکھا ہے کہ:

''یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ قریباً وہ تمام اقدامات جو اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی سے متعلق تھے حضرت مجددؒ نے اپنے مکتوبات میں ان سب اقدامات کی پرزور تبلیغ و تلقین فرمائی تھی۔''(۹)

لیکن یہاں ان حقائق کا اظہار اور ان پر اصرار بہت ضروری ہے کہ

''حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی نگارشات و تعلیمات اور دعوت و تحریک کے ہمہ گیر اثرات جہانگیر' شاہ جہان اور اورنگ زیب یا ان کے عہد کے علماء صوفیہ اور امراء تک محدود نہیں رہے بلکہ آنے والی چار صدیوں میں پیدا ہونے والے امراء علماء اور صوفیہ بھی ان سے متاثر ہوئے۔

نیز آپ کی دعوت وتحریک کے عالمگیر اثرات افغانستان' وسط ایشیاء سلطنت عثمانیہ اور مشرق میں ملائیشیا اور انڈونیشیا تک پھیل گیا ہے(۱۰)

ہندوستان میں اورنگ زیب عالمگیرؒ کے بعد جس شخص یا حکمران پر حضرت امام ربانی کی تعلیمات ونگارشات کے سب سے زیادہ اثرات مرتب ہوئے وہ سلطان جمہور ٹیپو شہیدؒ ہیں Wellesley Papers سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ احیائے اسلام کے حامیوں میں تھے اور اکثر امام ربانی کے مکتوبات ونگارشات کے حوالے دیا کرتے تھے لیکن حیرت ہے کہ کسی ہندوستانی دانشور' مورخ یا عالم نے اس تعلق پر کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے۔

اقبال جو امام ربانی کو ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان سمجھتے تھے اور جنہیں اللہ نے بروقت خبردار کیا تھا۔ البتہ اورنگ زیب اور ٹیپو شہیدؒ دونوں کے مداح تھے لیکن چونکہ خود فکر اقبال پر تعلیمات مجددیہ کے اثرات کا ابھی کما حقہ' جائزہ نہیں لیا جاسکا ہے اس لئے ان کی ان عبقری اور اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح کو اپنے کردار وعمل میں ڈھال لینے کی کوشش کرنے والے حکمرانوں سے قلبی' روحانی وابستگی کو بھی نہیں سمجھا جاسکا ہے۔ علامہ اقبال جنہوں نے اورنگزیب عالمگیرؒ کے فقر واستغناء اور شجاعت وحق پرستی سے اظہار عقیدت کرتے ہوئے یہاں تک کہا ہے کہ

حق گزید از ہند عالمگیر را آں فقیر صاحب شمشیر را

اور جنہوں نے ٹیپو شہیدؒ کے جاہ وجلال اور ان کی قبر پر طاری ہونے والی کیفیت پر یہ کہہ کر قلب ونگاہ نثار کئے ہیں کہ

نامش از خورشید و مہ تابندہ تر
خاک قبرش ازمن و توزندہ تر

ان دونوں شخصیتوں میں تعلیمات مجددیہ ہی کے عکس دیکھتے تھے اور اس لئے ان کے مداح تھے اور ان کے ذکر سے قلبی سکون محسوس کرتے تھے۔

اورنگ زیب پر تعلیمات مجددیہ اور خانوادۂ امام ربانی کے اثرات کی نشاندہی تو علماء اور مورخین کرتے رہے ہیں مثال کے طور پر ڈاکٹر شیخ محمد اکرام کی تحقیقی رائے پہلے ہی نقل کی جاچکی ہے۔ دوسرے مورخین نے بھی وضاحت کی ہے کہ دور جہانگیری لکھتے وقت اگر مغل سیاست پر حضرت مجدد کے اثرات کا ذکر نہ کیا جائے تو اس دور کی سیاست کا مطالعہ مکمل نہیں ہوگا۔

اب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی نشاندہی پر سید حیدر علی ٹونکی کے مخطوطہ وقائع [illegible] کے حوالے سے یہ انکشاف پایہ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ ٹیپو شہیدؒ کے حضرت شاہ ابوسعیدؒ اور حضرت شاہ ابواللیث سے روحانی تعلقات تھے اور نہ صرف ٹیپو شہیدؒ بلکہ ان کا پورا خانوادۂ شاہ ابواللیث سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھا اس سے Wellesley Papers کے مندرجات کی بھی تصدیق ہوجاتی ہے۔

مجددیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ہی کی ایک شاخ ہے اور شاہ ابو سعیدؒ اور شاہ ابو اللیث عظیم مجاہد و بزرگ سید احمد شہیدؒ کے نانا اور ماموں تھے اس پورے حسنی خانوادہ پر جس کے ایک نہایت روشن بلکہ آندھیوں میں بھی جلتے رہنے والے روشن چراغ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاں ندویؒ تھے تعلیمات مجددیہ کے اثرات کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔

اسی نسبت کا اثر تھا کہ جب ۱۸۲۲ء میں سید احمد شہیدؒ حج کو جاتے ہوئے کلکتہ میں رکے تو بیگم ٹیپو شہید نے جنہیں علم تھا کہ ان کے خسر اور شوہر مولانا ابو اللیث سے بیعت تھے ان کے خاندان سے متعلق معلومات کر کے خود بھی ان سے بیعت کی اور اپنے تمام شہزادوں اور اکلوتی بیٹی سے بھی بیعت کروائی۔ (۱۱)

یہ تمام انکشافات اور قیمتی معلومات ٹیپو شہیدؒ کی شخصیت، عقیدہ وعمل اور اصول حکمرانی پر امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے اثرات کے گواہ ہیں، اس کے باوجود یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مجدد کے جہاد و اجتہاد کا جامع تعارف کراتے ہوئے ٹیپو سلطان کے عقیدہ وعمل سے ان کا تقابل کیا جائے۔ اس تقابل کے بعد ہی یہ حقیقت پورے طور پر واضح ہو سکے گی کہ ٹیپو شہیدؒ امام ربانیؒ سے کیوں اور کس حد تک متاثر تھے اور اس تاثر کے سلطان کی شخصیت واصول حکمرانی کے علاوہ سلطنت خداداد پر کیا اثرات مرتب ہوئے تھے؟

حضرت مجدد الف ثانیؒ ۱۵۶۳ء میں پنجاب کے ایک شہر سرہند میں پیدا ہوئے اور مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کی تاجپوشی بھی پنجاب ہی کے ایک مقام کلانور ضلع گورداسپور میں ہوئی، یعنی اس دنیائے فانی میں آپ کی تشریف آوری اس ریاست میں اس وقت ہوئی جب ہندوستان کی عنان حکومت سنبھالنے والے اس شخص کی پیدائش ہو چکی تھی جو دین اسلام کو منسوخ کر کے دین الٰہی کے نام سے ایک نیا مذہب ایجاد کرنے والا تھا۔ گویا تاریکیوں سے صبح کی سپیدی نمودار کرنے والے مالک و خالق نے آپ کو دنیا میں بھیجا ہی اس لئے تھا کہ آپ کے طفیل اکبر اور اس کی ہمنوائی کرنے والے گمراہ عالموں اور صوفیوں کی پھیلائی ہوئی جہل وضلالت کی تاریکیوں کا خاتمہ ہو سکے۔

آپ کا اسم گرامی احمد کنیت ابو البرکات، القاب، بدر الدین، امام ربانی، مجدد الف ثانی اور قیوم زماں ہے، مذہباً حنفی نسباً فاروقی ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲۷ واسطوں سے امیر المومنین، مراد پیمبر، خلیفہ برحق حضرت عمر فاروقؓ سے جا ملتا ہے اور طریقت میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ۲۱ واسطوں سے، سلسلہ عالیہ قادریہ میں ۲۵ واسطوں سے، سلسلہ عالیہ چشتیہ میں ۲۷ واسطوں سے اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں ۲۳ واسطوں سے پیغمبر اعظم و آخر ﷺ تک پہنچتا ہے۔

اکبر (۱۵ اکتوبر ۱۵۴۲ء) نے ۵۰ برس تک پورے جاہ وجلال کے ساتھ حکومت کی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ (۱۵۶۳ء سے لے کر ۱۶۲۴ء) نے اپنی ۶۳ برس کی عمر میں سے پہلے ۴۳ برس اکبر دور میں گزارے اور آخری ۲۰ برس عہد جہانگیری میں۔

عہد اکبری کو محض اکبر کے عقیدہ وعمل تک رسائی میں آسانی کے لئے تین دور میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔	پہلا دور	۱۵۵۶ء	تا	۱۵۷۵ء
۲۔	دوسرا دور	۱۵۷۶ء	تا	۱۵۷۸ء
۳۔	تیسرا دور	۱۵۷۹ء	تا	۱۶۰۵ء

پہلے دور میں جب اکبر نوعمری میں اپنے اتالیق بیرم خان کی سرپرستی میں تخت و تاج کا مالک بنا ایک مخلص مسلمان تھا۔

دوسرے دور میں فتح پور سیکری میں عبادت خانے کی تعمیر، علماء میں مباحثے، ارباب عقل کے عروج اور عیسائی پادریوں کے عمل دخل سے اس کے عقیدہ و عمل میں خلل پڑنا شروع ہوا۔

تیسرا دور، دوسرے دور کا نقطہ انجام بن کر سامنے آیا کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ کے بجائے اکبر خلیفۃ اللہ پڑھا جانے لگا۔ عربی مدارس مسمار کردیئے گئے عالم و عامی بادشاہ کو سجدہ کرنے لگے اور خنزیر اور کتوں کا احترام کیا جانے لگا

یہ وہ دور تھا جب اسلام اور مسلمان دونوں کا وجود داؤ پر لگا ہوا تھا اور علماء و صوفیہ دونوں بجائے دین حق پر قربان ہونے کے دین حق کو اپنے مفادات پر قربان کر رہے تھے اور اکبر جس کو تاریخ میں صلح جو اور روادار بادشاہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے حقیقت میں اتنا ظالم اور عدم روادار تھا کہ ذرا ذرا سی باتوں پر اپنے مخالفین کو اپنے ہاتھوں سے زہر دے کر تڑپا تڑپا کر مار دیا کرتا تھا۔ [۱۲]

ایسے صبر آزما دور میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جس طرح اسلام کی سربلندی کیلئے اپنی جان، مال اور آل و اولاد کی بازی لگا کر بادشاہ وقت کے خلاف نعرہ حق بلند کیا اور اس نعرہ حق اور تبلیغ و ارشاد کے اکبر کے بیٹے اور دیگر شاہان مغلیہ پر جو اثرات مرتب ہوئے وہ اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ آپ بعثت نبویؐ کے الف ثانی کے لئے مجدد بنا کر بھیجے گئے تھے۔

آپ نے حکومت وقت (اکبر) کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کو دور کرنے کے لئے جہاد شروع کیا۔ کفر و اسلام کو دو الگ الگ حقیقتوں سے تعبیر کیا اور اس سلسلہ میں حکومت و معاشرہ کے با اثر لوگوں کو مکتوبات [۱۳] تحریر کئے اور بالآخر دور جہانگیری میں آپ کی کوششیں بار آور ہوئیں اور بادشاہ نے امور سیاست و مذہب میں مشورہ کے لئے علماء کا ایک کمیشن [۱۴] مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔

علمائے سو کے اقتدار اور ان کی شعوری کوششوں سے عوام و خواص گمراہ ہو رہے تھے، آپ نے اپنے علمی مکالمات اور مکتوبات کے ذریعہ انہیں آشنائے شریعت کیا۔ [۱۵]

نظریہ وحدۃ الوجود کی غلط تعبیر اور طریقت کی حقیقت سے بیشتر صوفیہ کی لاعلمی کے سبب اس راہ گمراہی کا جو سیلاب امڈ رہا تھا آپ نے اس پر روک لگائی اور نظریہ وحدۃ الشہود پیش کر کے طریقت کو شریعت کے تابع رکھنے پر

اصرار کیا۔ (۱۶)

زندگی کے جن شعبوں کو امام ربانی کے جہاد و اجتہاد سے توانائی ملی ان میں۔

☆ سیاست و حکومت ☆ شریعت و طریقت اور ☆ معیشت و معاشرت

سب شامل ہیں اور ان عظیم مقاصد کی تکمیل یا حصول کے لئے آپ نے جو طویل جد و جہد فرمائی اس کو مختلف ادوار میں یوں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

دور اکبری	۱۵۹۱	تا	۱۶۰۵ء
دور جہانگیری	۱۶۰۵	تا	۱۶۲۴ء

اکبر کا آخری دور حکومت جو الحاد اور اسلام دشمنی کا نقطہ عروج ہے حضرت مجدد الف ثانی کی تبلیغی کوششوں کا نقطہ آغاز ہے دور جہانگیری میں آپ کی جد و جہد اور تیز ہوگئی جس کے نتیجے میں آپ کو ۱۶۱۸ء تا ۱۶۱۹ء قلعہ گوالیار میں قید کر دیا گیا۔

۱۶۱۹ء تا ۱۶۲۳ء آپ جہانگیر کے لشکر میں رہے۔۔ یہ دور آپ پر پابندی کا دور ہے۔۱۶۲۳ء تا ۱۶۲۴ء زبان بندی کا دور ہے اسی دور میں خانقاہ سرہند میں ۶ ماہ خلوت نشین رہنے کے بعد آپ نے ۱۶۲۴ء (۲۹ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا (۱۷)

لیکن جب آپ نے انتقال کیا' اس وقت تک آپ کے جہاد و اجتہاد کے نتیجے میں فضاء اتنی تبدیل ہو چکی تھی کہ مورخین کو لکھنا پڑا کہ

''جہانگیر کے دور حکومت میں شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانیؒ آگے آگئے۔''

آپکی مسلسل کوششوں سے تحریک احیائے دین کا آغاز ہوا اور اسکے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو انقلاب انگیز تبدیلیاں ہوئیں وہ اکبر' جہانگیر' شاہجہان اور اورنگزیب عالمگیر کے درباروں کی بدلتی ہوئی فضا میں دیکھی جا سکتی ہیں (۱۸)

اکبر کے آخری دور میں آپ نے جس اسلامی اور تبلیغی بلکہ انقلابی مشن کا آغاز کیا تھا وہ دور جہانگیری میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ خصوصیت سے قلعہ گوالیار میں آپ کی نظر بندی نے آپ کے انقلابی مشن کو عوام و خواص اور حکومت وقت تک نہ صرف پہنچا دیا بلکہ مستحکم بنا دیا اور بالآخر اکبر کا خانہ زاد مذہب دین الٰہی' اپنی موت آپ مر گیا۔

امام ربانیؒ پر بعض لوگوں نے الزامات بھی دھرے ہیں لیکن چونکہ معاندین امام ربانی میں بیشتر حکومت وقت کے نمک خوار علمائے سو اور جاہل و غلط کار صوفیہ ہیں جن کے خلاف حضرت تا عمر جہاد کرتے رہے یا منکرین قرآن حکیم اور دشمنان صحابہؓ جن کا مقصد زندگی ہی قرآن حکیم میں تحریف کرنا اور مکتب نبویؐ کے سنوارے ہوؤں اور بارگاہ خداوندی سے ''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے'' کی سند پائے ہوؤں کو مشتبہ کرنے کی کوششوں میں خود کو روسیاہ کرنا تھا۔

حسن خان کابلی اور شیخ محمد صالح جیسے بدنیت اور دنیا دار لوگ جنہیں خوف تھا کہ حضرت امام کی بزرگی و حقانیت کا اعتراف کرنے سے خود انکی حیثیت مشتبہ ہو جائیگی ۔اسلئے ان معاندین کے الزامات کی کوئی حیثیت ہے نہ حقیقت۔ان الزامات کو اس غلاظت سے نسبت دی جاسکتی ہے جو اپنے اچھالنے والے ہی کو غلیظ اور ناپاک بنا دیتی ہے

بعض جعلی عبارتوں سے جو حضرت مجددؒ سے شرارتاً منسوب کردی گئی تھیں' شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مغالطے میں آگئے تھے' لیکن اس کے بعد رحمت حق نے ان کی دستگیری کی اور انہوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو ایک خط لکھ کر خود ہی ان سے حقیقت حال کی وضاحت چاہی حضرت مجددؒ نے جب اصل عبارتیں ارسال کیں تو حضرت شیخ کی تسلی و تشفی ہوگئی اور انہوں نے اپنے فتوے سے رجوع کرلیا اور دونوں بزرگوں میں پھر پہلے ہی جیسی محبت و اخوت پیدا ہوگئی (۱۹)

اکا دکا انگریزوں اور یہودیوں نے بھی مثلاً ہبریو یونیورسٹی یروشلم کے ڈاکٹر یوحنا فریڈمین نے حضرت مجددؒ پر نکتہ چینی کی ہے لیکن ان نکتہ چینیوں کی کوئی حیثیت یا حقیقت اس لئے نہیں ہے کہ ایک طرف تو انہوں نے پرانی باتوں کو جن کا بے اصل ہونا ثابت ہو چکا تھا دہرایا۔ دوسرے وہ حضرت مجدد کی نگارشات و تخلیقات کو سمجھنے اور ترجمہ کرنے یا ترجے کی مدد سے انہیں سمجھنے سمجھانے سے قاصر رہے ہیں۔

علامہ اقبال نے اس سلسلہ میں بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ حضرت مجددؒ کی بیشتر نگارشات ایسی موہوب ہیں جن کا انگریزی ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا اور انگریزی زبان اپنی وسعت و ہمہ گیری کے باوجود ایسے الفاظ سے خالی نظر آتی ہے جو افکار مجددیہ کی ترجمانی کرسکیں (۲۰)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تصنیفات میں اثبات النبوۃ مبدأ و معاد مکاشفات غیبیہ' رسالہ 'مقصود الصالحین' رسالہ تعین و لاتعین' رسالہ در مسئلہ وحدۃ الوجود آداب المریدین' رسالہ جذب و سلوک' رسالہ' علم حدیث اور رد الرفضہ جیسے کئی نام نقل ہوتے آئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی شہرت میں سب سے نمایاں حصہ مکتوبات کا ہے۔

یہ مکتوبات تین جلدوں میں طبع ہو کر متعدد بار منظر عام پر آچکے ہیں۔انہیں علم و معرفت کا مکمل خزینہ اور اسرار و معارف کا بحر بے کراں کہا جاسکتا ہے۔جملہ مکتوبات' ۳۱۳+۹۹+۱۱۴+۱۰=۵۳۶ ہیں

دفتر اول کو آپ کے حکم سے مولانا یار محمد جدید بخشی طالقانی نے ۱۰۲۵ھ میں مرتب کیا اور مرسلین عظام' اصحاب بدر اور اصحاب طالوت کی تعداد کی رعایت سے اس میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں اس کا تاریخی نام دار المعرفت تجویز ہوا تھا۔دوسرا دفتر اسمائے حسنیٰ کی تعداد کے مطابق ۹۹ مکتوبات پر مشتمل ہے اس میں سے زیادہ تر مکتوبات اس وقت لکھے گئے تھے جب آپ قلعہ گوالیار میں قید و بند کی صعوبتیں اٹھائے ہوئے زندان یوسفی اور شعب ابی طالب کی سنت ادا فرما رہے تھے' آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم کے حکم سے آپ کے خلیفہ مولانا عبدالحیٔ حصاری شادمانی نے یہ دفتر مرتب کیا ۔

اس کا تاریخی نام نور الخلائق ہے۔

تیسرا دفتر آپ نے خود ہی مرتب فرمایا تھا۔ جب آپ شاہی لشکر کے ساتھ تھے قرآن حکیم کی سورتوں کی تعداد کی رعایت سے اس میں ۱۱۴ مکتوب ہیں۔ تاریخی نام ''معرفت الخلائق'' ہے۔ بطور مرتب اس پر خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ کا نام درج ذیل ہے۔ اس میں دس مکتوب اضافی ہیں جن کے مضامین تو آپؒ کے ہیں لیکن کتابت صاحبزادگان کی ہے۔

یہ مکتوبات آپ کے صاحب اسرار اور مقرب بارگاہ الٰہی ہونے کے تو گواہ ہیں ہی۔ انقلاب اسلامی کے بھی گواہ ہیں اور ان شخصیتوں کے مثلاً علماء امراء' صوفیہ قضات' سادات عظام یعنی ان لوگوں کے نام ہیں جو معاشرہ کا ضمیر ہوتے ہیں اور جن کے بننے بگڑنے پر ایک پورے معاشرے کے بننے بگڑنے کا انحصار ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور ٹیپو سلطان دونوں بزرگوں کی شخصیتوں' عہد اور تعلیمات و مجاہدات سے کما حقہ' واقفیت ہو تو اس حقیقت کے ادراک میں دیر نہیں لگتی کہ زمانہ اور زمین کے اختلاف کا باوجود عقیدہ و عمل میں یہ دونوں بزرگ ایک ہی سمت اور راہ کے راہی تھے۔ دونوں نے انفرادی اجتماعی زندگی میں اتباع سنت نبوی ﷺ پر اصرار کیا تھا اور دونوں ہی کو اپنے زمانہ کے علماء صوفیہ اور ارباب اقتدار سے شدید تکلیفیں پہنچی تھیں۔

سلاطین عالم کو خطوط لکھنے کی سنت پر بھی امام ربانیؒ کے بعد جس شخصیت نے عمل کی سعادت پائی وہ ٹیپو شہیدؒ کی شخصیت تھی اور چونکہ ان کی روحانی تربیت میں شاہ ابو اللیث اور شاہ ابو سعیدؒ کی توجہ نے خصوصی اثر دکھایا تھا جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مرشد برحق اور برگزیدہ امام و پیر تھے' نیز ٹیپو شہیدؒ بذات خود بھی امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے ارشادات و تعلیمات سے استفادہ کرتے رہتے تھے جیسا کہ Wellesley Papers سے ظاہر ہے اس لئے اس حقیقت کو تسلیم کر لینے میں کوئی تامل یا عذر نہیں ہونا چاہیے کہ ٹیپو سلطان کے جذبہ جہاد و اجتہاد کو امام ربانی ہی کے عقیدہ و عمل نے جلا بخشی تھی۔ ٹیپو سلطانؒ نے ملکی اور ملی امور میں تمام خرابیوں کا واحد علاج ''خیر القرون'' کی طرف واپسی کو سمجھا۔ فتح المجاہدین' موید المجاہدین جیسی کتابوں سے جن کی تصنیف و تدوین سلطان کے حکم سے انہی کی نگرانی میں ہوئی تھی' ظاہر ہے کہ سلطان کی نگاہ میں اسلام و آزادی دو الگ الگ چیزیں نہیں تھیں اور مسلمانوں کے درمیان افتراق و انتشار کو وہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد کو عام کر کے اور انہیں حقیقی اسلامی تعلیمات کا مخلص پیرو بنا کر دور کرنا چاہتے تھے اور اس کے لئے آپ نے ہر سطح پر موثر تدابیر اختیار کی تھیں۔

راحت طلبی اور خانہ جنگی کے علاوہ جن برائیوں نے ملت کی صفوں کو سیسہ پلائی دیوار کے بجائے کرم خوردہ بنا کر رکھا تھا وہ زندگی کے ہر شعبہ میں غیر اسلامی رسوم کی پیروی تھی' ٹیپو سلطان نے ''جلوہ نامہ'' جیسی کتابیں مرتب کروا کر عبادات و معاملات میں غیر اسلامی رسوم کی بیخ کنی کے علاوہ شادی بیاہ وغیرہ میں بھی غیر اسلامی رسوم کی بیخ کنی کرنے اور مسلم عورتوں اور گھرانوں کو ان کی تباہ کاریوں سے نجات دلانے کی کوششیں کیں۔

سلطان نے دین خالص کی تعلیمات کو عام کرنے کی کوششوں میں ایک طرف تو سلطنت خداداد کے عالموں اور قلعہ داروں کو لکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے جو احکامات جاری کئے تھے لیکن بعد کے بادشاہوں اور حکمرانوں نے جن کی پابندی سے انحراف کیا تھا۔ انہیں دوبارہ دستخط اور مہر کے ساتھ جاری کیا جارہا ہے تاکہ ماتحتوں کو ان احکام کا پابند بنایا جاسکے۔

☆ ان لوگوں پر پابندی عائد کی جو پیری مریدی کی حقیقت نہ سمجھنے اور طریقت کے مطلوبہ معیار پر پورا نہ اترنے کے باوجود پیری ومریدی کررہے تھے یا اس کو پیشہ اور ذریعہ آمدنی بنائے ہوئے تھے۔

☆ محرم کی رسوم مثلاً شیر، ریچھ، بندر وغیرہ کے سوانگ بھرنے پر پابندیاں عائد کیں۔

☆ حسب نسب پر بے جا غرور کرنے یا حسب نسب کو ''برادری واد'' کی سطح پر پہنچا دینے والوں کی حوصلہ شکنی کی۔ (۲۱)

☆ مسلمانوں کے مذہبی امور اور تقویٰ وعمل کی نگرانی کے لئے قاضی اور علماء مقرر کئے۔

☆ سجدہ تعظیمی کو ممنوع قرار دیا۔

☆ تنگ دستی کے سبب شادی نہ کرسکنے والوں کی شاہی خرچ پر شادی کرانے کے ساتھ ناجائز اولاد کا باعزت گھرانوں سے رشتہ غیر قانونی قرار دیا۔

☆ مسلمان سپاہیوں کو نماز باجماعت کا پابند بنایا۔

☆ مسجدیں تعمیر کرائیں اور ان میں موذن اور امام مقرر فرمانے کے ساتھ ہی مسجدوں کے ساتھ مدرسے قائم کر کے ان میں اساتذہ بھی مقرر کئے۔

☆ دوسری طرف وطنی اور ملکی امور میں اصلاحات کرتے ہوئے

☆ قابل کاشت زمینوں کو پالیگاروں اور زمینداروں کی ملکیت قرار دینے کے بجائے کاشتکار کی ملکیت قرار دی اور احکام جاری کئے کہ کاشتکاروں کو ان کی زمینوں سے کسی بھی صورت میں بے دخل نہ کیا جائے۔

☆ ان بے زمین کسانوں کو بھی زمینیں دینے کے انتظامات کئے جو زمینوں کو آباد کرنے کے خواہش مند تھے اور اس کے لئے انہوں نے درخواستیں دی تھیں۔

☆ افسروں اور عہدیداروں کی جاگیر کے بجائے تنخواہیں مقرر کیں اور ان کی خود مختاری پر ضرب لگائی۔

☆ مجلس وطنی یا پارلیمنٹ قائم کی، جس کا مقصد جمہوریت کا فروغ تھا۔ اس کا نام ''زمرہ غم نباشد'' رکھا کیونکہ سلطان کا خیال تھا کہ عوام کو حکومت میں شریک کرلینے کے بعد داخلی خطرات باقی نہیں رہیں گے۔

یہ تمام اقدامات اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ سلطان جمہور دین اسلام کی حقیقی روح پیغمبر اسلام ﷺ کے

ارشادات اور خلافت راشدہ میں عملاً ظہور پذیر ہونے والی تعلیمات کے اتباع میں کس قدر مخلص اور اٹل تھے۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے جس طرح اکبر کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں اور لادینیت کا مقابلہ کیا تھا اگر ایک ایک واقعہ کو سامنے رکھ کر ان کا ٹیپو شہید کے اقدامات اور اس عہد کے واقعات سے تقابل کیا جائے تو یہ حقیقت مزید واضح ہو جائے گی کہ سلطان کے عقیدہ و عمل کو جس بزرگ کی تعلیم یا قرآن و سنت کی جس تشریح نے سب سے زیادہ متاثر کیا تھا وہ امام ربانی کی تعلیم و تشریح تھی۔

پروفیسر محب الحسن کا یہ بیان غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ ٹیپو سلطانؒ کا ذہنی میلان تشیع کی طرف تھا۔

''ٹیپو اگرچہ سُنی مسلمان تھا لیکن تشیع کی طرف بھی اس کا کچھ رجحان تھا۔ وہ سچا مذہبی انسان تھا۔ اپنی سلطنت کا نام اس نے سلطنت خداداد رکھا تھا:

پنج وقتہ نماز پڑھتا اور رمضان کے روزے پابندی سے رکھتا تھا۔ اس کے دل میں حضرت علیؓ کی بیحد عزت و عقیدت تھی۔ اپنے اسلحوں پر اس نے اسد اللہ الغالب' کندہ کرایا تھا' جو حضرت علیؓ کا لقب تھا۔

شیعہ ائمہ سے بھی اسے عقیدت تھی' چنانچہ اپنے بہت سے سکوں کو ان کے ناموں سے اس نے موسوم کیا تھا۔ اس کے کتب خانوں کی کتابوں پر فاطمہؓ حسنؓ حسینؓ کے ناموں کی مہریں تھیں۔ اس نے اپنا جو سفیر قسطنطنیہ بھیجے تھے انہیں ہدایت کی تھی کہ نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ میں حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کے مقبروں پر اس کی طرف سے نذریں پیش کریں اور سلطان سے درخواست کریں کہ نجف میں چونکہ پانی کی قلت ہے اس لئے وہاں ایک نہر تعمیر کرانے کی اسے اجازت دی جائے' جس میں فرات سے پانی لایا جائے گا۔''(۴۰)

حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ شہدائے کربلا یا جن بزرگوں کو شیعہ اپنا امام بتاتے ہیں' ان سے عقیدت و محبت کی بناء پر کسی شخص میں تشیع کا سراغ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ عقیدہ کے فرق کے ساتھ یہ تمام بزرگ سنیوں اور شیعوں دونوں کے لائق صد احترام بزرگ ہیں اور تصوف کے سلسلوں میں ان میں سے بیشتر کو امام یا مرشد برحق تسلیم کیا گیا ہے۔ خود سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں امام جعفرؓ صادق کا نام نامی شامل ہے۔ ان بزرگوں سے عقیدت و محبت کی بنا پر ٹیپو سلطان میں تشیع کی نشاندہی کرنا صحیح نہیں ہے۔

سلطان شہیدؒ کو تصوف سے گہرا شغف تھا اور وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پروفیسر محب الحسن کو سلطان کے جن معمولات پر تشیع کا شبہ ہوا ہے اس کا ازالہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی ہی ان سطور سے ہو جاتا ہے:

''میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر (حضرت علی مرتضیٰ) اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجاؤ ماویٰ تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جس کو بھی فیض ہدایت اس راہ سے پہنچی وہ ان ہی کے ذریعے پہنچی' کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرات امیر کا دور

ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار حضرات حسنینؓ کے سپرد ہوا اور انکے بعد اس منصب پر ائمہ اثنا عشر میں سے ہر بزرگ کا ترتیب وار تقرر رہا۔ یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک پہنچی......'' (۲۲)

حواشی

(۱) مکتوبات امام ربانی' دفتر دوم' مکتوب ۶۔
(۲) مکتوبات امام ربانی' دفتر اول مکتوب ۵۳۔
(۳) مکتوبات امام ربانی' دفتر اول مکتوب ۵۳۔
(۴) مکتوبات امام ربانی' دفتر اول مکتوب ۶۳۔
(۵) منتخب التواریخ' ص ۲۵۵
(۶) منتخب التواریخ' ص ۲۵۶'
(۷) منتخب التواریخ' ص ۲۰۱
(۸) اشتیاق حسین قریشی اپنی تصنیف History of the freedom movement جلد اول میں رقمطراز ہیں کہ'' آپ کی مسلسل کوششوں سے تحریک احیائے دین کا آغاز ہوا' چنانچہ اس انقلاب وتبدیلی کے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو کوششیں کی گئیں وہ اکبر' جہانگیر' شاہجہان اور اورنگ زیب عالمگیر کے درباروں کی بدلتی فضاء میں مطالعہ کی جاسکتی ہیں''
(۹) Mohd. Ikram: History of Muslim Civilisation in India and Pakistan P- 271
(۱۰) Dr. Ishtiaque Qurashi --- Muslim Community of Inida Pakistan - P-152
(۱۱) محمد الیاس ندوی' سیرت سلطان شہیدؒ ص ۴۵'۴۷
(۱۲) سید معین الحق'' معاشرتی اور علمی تاریخ' ص ۴۸۳' فیض عالم صدیقی' اختلاف کا المیہ دوم ص ۴۸۳' مکتوبات امام ربانی' دفتر اول مکتوب ۶۵' ۸۱' ۱۶۳
(۱۳) مکتوبات امام ربانی' دفتر اول مکتوب ۵۳ بنام شیخ فرید بخاری
(۱۴) مکتوبات امام ربانی' دفتر اول مکتوب ۵۳ بنام شیخ فرید بخاری' ص ۴۳' ۴۸' ۶۵' ۶۶' ۶۷' ۷۱' ۷۳' ۸۰' ۸۱
(۱۵) مکتوبات امام ربانی' دفتر اول مکتوب ۵۳ بنام شیخ فرید بخاری' ص' ۸۴' ۲۹۱' دفتر دوم ۴۴ تذکرہ مجدد الف ثانی' ص ۱۰۴_۱۱۰_۱۱۴
(۱۶) توزک جہانگیری' ص ۶۹۸'
(۱۷) A short History of Indo - Pakistan Page 298
(۱۸) خلیق احمد نظامی' حیات شیخ عبدالحق' ص ۳۱۲_۳۴۴
(۱۹) ڈاکٹر اقبال' تشکیل جدید الٰہیات ص ۲۹۸_۲۹۹
(۲۰) اہل نوائط خود کو دوسرے مسلمانوں سے ممتاز و برتر سمجھتے تھے لہذا جب سلطان نے اپنے برادر نسبتی برہان الدین بن لالہ میاں کی شادی نواب بدر الزمان کی دختر سے کرنی چاہی تو اہل نوائط جو علم وفضل کے سبب ماسی اور محتسب جیسے اہم عہدوں پر فائز تھے سلطان کے خلاف ہو گئے۔
(۲۱) محب الحسن' تاریخ ٹیپو سلطان' ص ۵_۵۱۴
(۲۲) مکتوبات امام ربانی ' دفتر سوم' مکتوب ۱۲۳

جناب مشتاق الرحمان شفق (م۔ر۔شفق)
نبیرہ صاحب سوانحؒ

مولانا محمد عبدالجمیلؒ طوروی

یکے از اساتذہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

گزشتہ دنوں اپنے ایک رفیق کار جناب شیر محمد (ڈی۔سی۔این) کی وساطت سے مولانا انظر شاہ کشمیری کی تالیف ''حیات کشمیری'' (نقش دوام) پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی جو پاکستان میں ادارہ تالیفات اشرفیہ' بیرون بوہڑ گیٹ۔ملتان۔کے زیر اہتمام (ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ) منظر اشاعت پر آچکی ہے۔آپ نے اپنے والد علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''............دیوبند کے ان اساتذہ کے علاوہ استاد العلماء مولانا مفتی لطف اللہ علیگڑھی کے فخر روزگار شاگرد مولانا عبدالجمیل افغانی سے علم ھیئت کی تکمیل کی............ص ۳۲/۳۳)

اور پھر حاشیہ رقم فرمایا ہے: ''مولانا عبدالجمیل افغانی کے حالات معلوم نہ ہو سکے'' (ص ۳۳)

ناچیز کو مولانا عبدالجمیلؒ صاحب کے پوتوں میں شمار ہونے کا شرف حاصل ہے اس لئے ان کے مختصر حالات زندگی پیش کرنے میں خوشی محسوس ہوتی ہے۔مولانا مرحوم نے فارسی زبان میں مختصر سوانح حیات لکھے تھے۔یہ نامکمل مسودہ ''تذکرہ جمیل'' ہمارے پاس محفوظ ہے۔کچھ اس کی مدد سے' کچھ اپنے برادر محترم اسرار الرحمان (اسرار طوروی) اور دوسرے بزرگوں کے تعاون سے یہ تھوڑی بہت معلومات فراہم کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

کرتا ہوں جمع پھر جگر لخت لخت کو   عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کئے ہوئے

علامہ حافظ محمد عبدالجمیل صاحب' مجاہد عالم اور صاحب طریقت اخوند محمد یونسؒ گیلانی المعروف نور محمد پشاوری و خاوٗ بابا (المتوفی ۱۰۵۹ھ) کی اولاد میں سے ہیں۔جن کا سلسلہ نسب گیارویں پشت میں سید الحنان عبدالعزیز ابن سیدنا شیخ قطب ربانی محبوب سبحانی محی الدین عبدالقادر گیلانی الحسنی الحسینی قدس سرہ تک جا پہنچتا ہے۔اخوند محمد یونس گیلانیؒ مغل بادشاہ شاہجہان کے دور میں مشہد (ایران سے ہو کر ہندوستان پہنچے تھے۔آپ افغانستان کی وادی لوگر میں علاقہ چرخ کے ایک گاؤں ''خاوہ'' میں پیدا ہوئے تھے۔اسی نسبت سے ''خاوی'' اور ''خاوٗ بابا'' مشہور ہوئے۔آپ نے

---

* ریڈیو پاکستان' اسلام آباد

ضلع مردان کے موضع طورو اور غلہ ڈھیر کے درمیان جس مقام پر قیام کیا تھا.......... ریاضت و عبادت کی تھی اور اشاعت دین کے لئے مجاہدے لڑے تھے وہ بھی اسی حوالے سے ''خاؤ کلے'' (موضع خاؤ) کہلاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو''روحانی تڑون'' ص ۶۷-۵۵۵) حضرت اخوند محمد یونسؒ (خاؤبابا) نے سلسلہ نقشبندیہ میں سیدنا آدم بنوری قدس سرہ سے مخرقہ خلافت پایا تھا اور روحانی پیشوا شیخ عبدالوہاب اخوند پنجو باباؒ (۹۳۷ تا ۱۰۴۰ء اکبرپورہ، پشاور) کے ماذون، خلیفہ اور داماد بھی تھے۔ چنانچہ علامہ محمد عبدالجمیل صاحب، مدرسہ لطیفیہ ویلور (مدراس) کے صدر مدرس کی حیثیت سے جو سند (بزبان عربی) فاضل طلباء کو عطا کرتے تھے۔ اس میں انہوں نے نام کے ساتھ...... ''فشاوری ثم اکبر فوری ثم الطوروی'' لکھا ہے۔

مولانا محمد عبدالجمیل صاحب طورو میں مولانا حافظ حفیظ اللہ (التوفی ۱۳۰۷ھ) کے گھر پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت غالباً ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۵ء ہے چار سال کی عمر میں مدارشاہ استاد کے درس قرآن میں شامل کرائے گئے۔ ڈیڑھ سال کے عرصے میں ناظرہ قرآن ختم کیا۔ حافظ مد صاحب نے ۱۲۹۰ھ میں قرآن پاک حفظ کرانا شروع کیا اور ۱۲۹۱ھ میں حافظ قرآن ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔ چوتھی جماعت تک سکول پڑھا۔ صوبہ سرحد کے مختلف قصبوں میں علوم و فنون کے ممتاز ماہرین علماء سے استفادہ کیا۔ درس نظامی سے متعلق شعبہ ہائے علوم کی کتابیں پڑھیں۔ بعض کتب کے متون بھی حفظ کئے جن میں شرح وقایہ (ج آخر) شاشی۔ فصون۔ لطائف البیان حسامی وغیرہ شامل ہیں۔ پھر یہ کتابیں مختلف ماہرین و فضلاء سے درساً پڑھیں۔

آپ کے اساتذہ کرام کی فہرس خاصی طویل ہے۔ ان میں فقہی عالم مولوی جلال الدینؒ موضع دھوبیان (مردان) حضرت بحرالدین صاحبؒ موضع خویشگی۔ ملا قلندر صاحبؒ موضع مسیزئی پشاور، جناب مولوی امیراللہؒ اسماعیل زئی، گڑھی کپورہ۔ مولوی فضل احمد، کوٹ اسماعیل زئی۔ ملا منصور علیؒ ساکن کالو خان مقیم قریہ گنبد چغرزئی کوہستان۔ مولوی نظر محمد صاحب کوٹ دولت زئی، سرخ ڈھیری کے مشہور اصولی عالم حضرت مولانا محمد صاحب ملا محمود صاحب مایاری مقیم بام خیل (جو قطب دوران حضرت لالہ جی صاحب عبدالحقؒ صاحب کے صاحبزادوں مولانا عبدالقیوم اور سید حسین شاہؒ کے استاد تھے) موضع شیوہ (نواں کلی رزڑ) کے مولوی محمد غفران صاحبؒ۔ مولوی حسن الدین صاحب ''سیبویہ ثانی'' قصبہ رجڑ (علاقہ ہشتنگر) حضرت سید میاں صاحب (ڈیری صوابی) جن کا ذکر ''مشاہیر علماء سرحد'' کے ص ۳۵ پر ملتا ہے (۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۹ء) بالا مانی پشاور کے حضرت سید اکبر شاہ صاحب اور علاقہ چھچھ کے ملا موسیٰ صاحبؒ بھی شامل تھے۔ یہ صاحب جلالی مزاج والے پیر، متقی، نیک کردار اور معقولات کے عالم تھے۔

۱۳۰۱ھ میں حضرت مولانا شاہ صاحبؒ کے پاس زروبی (صوابی) چلے گئے۔ قطبی شروع کی۔ پھر میر قطبی، سلم العلوم تصورات، میبذی، ملا حسن، مرزاہد رسالہ، مرزاہد ملا جلال قاضی برمرزاہد، حمداللہ، قاضی مبارک ناتمام اور صدرا

کامل پڑھیں۔ موضع پڑانگ چارسدہ میں باجوڑ قریہ کاگہ کس کے مولانا گل زمان سے جملہ تصدیقات و ماعلیہ پڑھیں۔

بعد فراغت کا مراجعت بہ زروبئی فرمائی۔ اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ زروبئی علماء خیز قصبہ ہے۔ مولانا عبدالجمیل نے اس دوران (۱۳۰۳ھ) میں بفہ کے ملا جمعدلی (پرگنہ پکلئے) سے بھی قاضی ناتمام پڑھی۔ لیکن علامہ موصوف کی پیاس نہ بجھ سکی۔ اس لئے واپس زروبئی آئے اور حضرت مولانا شاہ صاحب سے مذکورہ کتب پڑھیں۔ اس سے قبل، ۱۲۹۱ء میں حفظ قرآن کے بعد اپنے والد صاحب کی ہدایت پر غوث زمان، صاحب سوات اخوند عبدالغفورؒ (متوفی ۱۲۹۵ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دعائیں دیں۔ اسی طرح قطب دوران مولانا عبدالحقؒ لالہ جی صاحب (بام خیل) سے سلوک وطریقت میں کافی فیض پایا۔ حضرت لالہ جیؒ نے آپ کو ہدایت کی کہ وہ ''علم ظاہر کو کمال تک پہنچائے کہ بحر علوم باطن تو بے پایان ہے۔ انسان کو دوسری طرف نہیں چھوڑتا اور علم ظاہر سے محرومی اچھی بات نہیں۔'' حضرت لالہ جیؒ سے اوراد وظائف لے کر علمی سفر جاری رکھا۔ شوق کی فراوانی تھی۔ علوم ظاہری اور علوم معقول سے خط پایا۔ تشنگی بدستور رہی اور علوم اسلامیہ کی کتابیں پڑھتے رہے۔

شوال ۱۳۰۴/ ۱۸۸۶ء کو عازم ہندوستان میں ہوئے۔ لاہور میں مقیم، حضرت مولانا عبداللہ ٹونکی سے مشورہ لے کر، وحید دہر، فقیہہ عصر، استاد العلماء مولانا محمد لطف اللہ علیگڑھی کے حضور میں پہنچے۔ خود فرماتے ہیں:

"اول نظر کہ بچھرہ مبارک ایشان انداختم، سراپا نور یافتم و گفتم ماھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم"...... آپ نے مولانا لطف اللہ علیگڑھیؒ سے نہایت انہماک اور کمال استیاق کے ساتھ مختلف علوم میں درس لینا شروع کیا۔ استاد العلماء آپ پر شفقت وعنایت فرماتے۔ ۱۳۰۷ھ تک دینی علوم پڑھے۔ اس دوران آپ نے کتاب ''تصریح'' پر شرح لکھی اور استاد العلماء مولانا علیگڑھیؒ کو دکھائی جو آپ نے پسند فرمائی۔ لکھتے ہیں ''ایشاں پسند فرمود''...... ۱۳۰۸ھ میں مولانا علیگڑھیؒ نے آپکو سند الاحادیث عطا کی۔ نیز دیگر علوم کی سند اپنے دست مبارک سے لکھ کر دی جس پر مولانا لطف اللہ علی گڑھی کی مہر ثبت ہے۔ '' جمادی الاولی ۱۳۰۸ھ فی مدرسہ علیگڑھ'' جبکہ ثبت شدہ مہر پر ۱۲۸۶ھ تاریخ درج ہے۔

مولانا علیگڑھیؒ نے اپنے شاگرد عزیز کو معدن العلوم مدرسہ اسلامیہ عربیہ رامپور میں حضرت مولوی عبدالسمیعؒ کی دعوت پر بھیج دیا۔ قاضی سراج الحق صاحب اور دوسرے حضرات کے نام خط لکھ کر دیا۔ آپ نے وہاں درس دینا شروع کیا تو اطراف واکناف سے طلباء کھچ کھچ کر آئے۔ اختتام سال پر حضرت مولوی محمد حسنؒ نانوتوی نے طلبہ کا امتحان لیا اور ایک رپورٹ مرتب کی: ''آج میں نے مدرسہ معدن العلوم'' کا امتحان لیا۔ از حسن سعی مولوی عبدالجمیل صاحب صدر مدرس طلبہ نے امتحان تقریری عمدہ دیا۔ امتحان تحریری میں اکثر پاس ہیں۔''

کچھ عرصہ بعد وطن لوٹ آئے تو استاد محترم مولانا علیگڑی کے ساتھ بذریعہ خط وکتابت رابطہ قائم رکھا۔ آپ

نے اپنے استاد گرامی کا عربی زبان میں لکھا ہوا ایک خط نقل کر کے محفوظ کیا ہے جس کے آغاز میں بسم اللہ کے بعد یہ اشعار درج ہیں۔

ماغیر البعد وذا انت تعرفه ولا تبدلت یعدا الذکر نسبانا

ولا ذکرت صدیقا او اخاثقة الاجعلتک فوق الکل عنوانا

جب مولوی احمد حسن صاحب ؒ کانپوری مدرسہ لطیفیہ ویلور کے عہدہ صدر مدرس سے الگ ہو گئے تو مدرس دوم مولوی محی الدین حسین کی دعوت اور مہتممانِ معدن العلوم رامپور' نیز مولانا لطف اللہ علیگڑھی کی اجازت سے مدراس جا کر مدرسہ لطیفیہ ویلور میں صدر مدرس کا عہدہ سنبھالا۔ آپ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ میں ویلور پہنچے۔ مولانا رکن الدین صاحب قادری مہتمم مدرسہ تھے۔ ۱۳۱۱ھ میں وطن واپس آئے۔

ریاست حیدر آباد دکن کے وزیر اعظم نے استاد العلماء لطف اللہ علیگڑھی کو دعوتِ ملاقات دی تو اپنے تلامذہ خاص کو ساتھ لے کر گئے۔ ان میں مولوی محمد علی کانپوری۔ مولوی عبدالغنی صاحب۔ مولوی ظہور الاسلام صاحب فتحپوری اور جہ، امجد مولانا محمد عبدالجمیل صاحب شامل تھے۔ محل ''فلک نما'' میں وزیر اعظم (اقبال الدولہ) سے ملاقات ہوئی۔

مولانا علیگڑھی ؒ کو بعہدہ صدر مفتی' صدر عدالت عالیہ مقرر کیا گیا۔ اس موقع پر ناظم تعلیمات سید علی بلگرامی سے مولانا محمد عبدالجمیل صاحب کی گفتگو ہوئی۔ وزیر اعظم ریاست کو آپ بے حد پسند آئے۔ تین صد روپیہ ماہوار ملازمت مقرر کرنے کا عندیہ پیش کیا۔ دریں اثنا مہتمم مدرسہ فتح پوری مولوی حافظ وکیل عزیز الدین نے مولانا علیگڑھی کے نام پیغام بھیجا جس میں پچاس روپیہ ماہوار پر مولانا عبدالجمیل صاحب کو صدر مدرس کا عہدہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اشاعت علوم دینیہ کی خاطر یہ پیش کش قبول کی اور بہ ''اجازت استاد العلماء'' وہاں چلے گئے۔ مدرسہ فتح پوری میں ۱۳۱۷ھ تک رہے۔ اور پھر استعفیٰ دے کر وطن آئے۔ آپ نے بھرپور علمی زندگی گزاری۔ ظاہر ہے شاگردوں کی تعداد ہزاروں ہے ان میں علامہ محمد انور شاہ کشمیری ؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق بانی دارالعلوم حقانیہ' اکوڑہ خٹک جیسی ممتاز شخصیات شامل ہیں۔

ہمارے خاندان کے بعض بزرگ علماء حضرت مولانا حافظ لطف الرحمان صاحب (وفات ۱۴ مئی ۱۹۶۵ء) حضرت مولانا محمد امین الحق صاحب ؒ (خطیب پنجاب۔ شیخوپورہ) اور مولانا حافظ محمد ادریس فاضل جامعہ ڈابھیل (وفات: ۲۰ مئی ۱۹۶۵ء) علامہ انور شاہ کشمیری کے خصوصی شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔ شاہ صاحب ؒ اپنے استاد محترم مولانا محمد عبدالجمیل کی نسبت سے بھی تلامذہ مذکور کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اپنے انہی بزرگوں کی بدولت علماء دیوبند سے الفت وعقیدت ہمارے خون میں رچی بسی ہے۔ ان برگزیدہ اور پاکیزہ ہستیوں میں علامہ انور شاہ کشمیری ؒ بھی شامل ہیں۔ اپنے بزرگوں کی علمی مجالس میں شاہ صاحب ؒ کا ذکر بھی کسی نہ کسی حوالے سے ضرور ہوتا تھا۔

عم محترم مولانا حافظ لطف الرحمان صاحبؒ جو بہترین مدرس۔ عذب البیان خطیب اور واعظ تھے۔ اپنے استاد گرامی حضرت شاہ صاحبؒ کشمیری کے والہ وشیدا تھے۔ شاہ صاحبؒ نے ایک موقع پر درس حدیث کے دوران اپنے اس عزیز شاگرد کو نہ پا کر فرمایا تھا کہ ''ہمارا ہد ہد سلیمانی کہاں کھو گیا'' اور جب مولانا کو شاہ صاحب کشمیریؒ کی نظر میں اپنی اہمیت کا پتہ چلا تو خوشی کی انتہا نہ رہی اور پھر زندگی بھر ''شاہ صاحب'' کے اس ایک جملے کو اپنے لئے سب سے بڑا اعزاز سمجھتے رہے

برادرم اسرار طوروی کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ان تینوں بزرگوں سے مختلف اوقات میں شاہ صاحبؒ کے بارے میں ایک ہی سوال پوچھا۔ تو ان کا ردعمل بھی ایک جیسا پایا۔

مولانا لطف الرحمانؒ صاحب سے پوچھا کہ کیا علامہ انور شاہ کشمیریؒ بہت اونچے پایہ کے عالم تھے۔ ؟ تو آپ کا نورانی چہرہ کھل اٹھا اور مسکرا کر فرمایا۔ ''شاہ صاحبؒ تو علم کا سمندر تھے''

کئی معتبر کتابوں کے مصنف اور شعلہ بیان خطیب مولانا محمد امین الحقؒ صاحب نے مذکورہ سوال کے جواب میں فرمایا تھا۔ ''عالم تو کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ (کشمیری) بلاشبہ بحر العلوم تھے)''

اور یہی جواب' صاحب کشاف القرآن' حافظ محمد ادریسؒ نے بھی دیا تھا کہ

''علامہ انور شاہ کشمیریؒ صرف مدرس ومحدث یا عالم نہیں تھے۔ وہ تو جامع العلوم تھے۔''

اسے حسن اتفاق کہیئے کہ مولانا عبدالجمیل صاحبؒ کے دوسرے صاحبزادے' مولانا محمد عنایت اللہ (وفات ۲۵ جون ۱۹۹۵ء) نے ابتدائی دینی تعلیم حضرت مولانا قطب الدینؒ غورغشتوی (چھچھ) سے حاصل کی تھی۔ جو مولانا عبدالجمیل صاحبؒ کے ہمدرس رہے تھے۔ پھر اپنے والد محترم سے دینی علوم کی کتب پڑھیں اور دورہ حدیث مکمل کیا۔ جمعیۃ العلماء ہند کے حوالے سے اکابرین دیوبند سے ایک رابطہ قائم کر رکھا تھا۔ آپ کو دارالعلوم دیوبند میں رہ کر رسمی تعلیم اور سند فضیلت حاصل کرنے کا شوق ہوا۔ تو دیوبند جا کر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ آپ کا مدعا جان کر حضرت مولانا مدنیؒ نے ہمت افزائی کی اور فرمایا: '' بھائی جب مولوی عبدالجمیل صاحب نے آپ کو پڑھایا تو ہم سے کیا لینا'' تاہم بعض علماء دیوبند اور حاضر طلباء کے بھرتے مجمع میں مولانا مدنی نے آپ کا امتحان لیا جوبات سن کر بہت خوش ہوئے اور فرزند جمیل (مولانا عنایت اللہ) کو اعزازی سند سے نوازا اور نیک تمناؤں اور دعاؤں کے ساتھ اجازت دی۔ (یہ غالباً ۱۹۴۲ء) کا واقعہ ہے۔

مولانا حافظ محمد عبدالجمیل صاحب' نواب جوناگڑھ کے درباری عالم بھی رہ چکے تھے سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان کی فرمائش پر (۱۴۔۱۹۱۳ء) کچھ عرصہ اسلامیہ کالج پشاور میں طلباء کو دینیات (تفسیر وحدیث) پڑھاتے رہے۔ اس زمانے میں مسٹر لیولن ٹپنگ (۲۰۔۱۹۱۳) کالج کے پرنسپل ہوا کرتے تھے۔ لیکن یہ فضا مولانا کی طبیعت کو راس نہ آئی پھر بانی ریاست سوات میاں گل عبدالودود (مرحوم) کی دعوت پر سوات تشریف لے گئے ۔ ولی عہد عبدالحق جہانزیب

(سابق والئی سوات) کے اتالیق مقرر ہوئے اور کافی عرصہ سوات میں بھی گزارا۔

آپ نے ۱۶ نومبر ۱۹۴۶ء کو وفات پائی اور مقبرہ خاؤ بابا میں جد بزرگوار مولانا سید اخوند محمد یونس گیلانی المعروف نور محمد پشاوری) کے قرب وجوار میں آسودہ خاک ہیں "خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را"

طورو کے معروف شاعر تاج ملوک خان دلسوز (موحوم) نے علامہ محمد عبدالجمیل صاحب کی وفات پر دردبھرا مرثیہ (پشتو میں) کہا تھا۔ آخری مصرع سے مادہ تاریخ بھی نکلتا ہے۔

طالبان ئی تاریخ غواڑی له دلسوزه

ربه لارل طالبانو غمخوار هائی هائی

۱۹۴۶ھ۔

بقیہ صفحہ نمبر ۲۹ سے بارے میں کوئی ایسا رویہ اختیار نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کے مال کو بے جا خرچ نہ کرے۔ خاوند کی ناشکری کے بارے میں ایک اور جگہ آتا ہے کہ حضرت اسما بنت یزیدؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ حضور ﷺ ہمارے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا کہ "تم اچھا سلوک کرنے والے شوہر کی ناشکری سے بچو"۔ اس حدیث میں عورتوں کو ناشکری کرنے سے بچنے کیلئے تعلیم دی گئی۔ ناشکری کی بیماری عام خواتین میں ملتی ہے۔ کیونکہ اکثر عورتیں جہنم میں خاوند کی نافرمان اور ناشکری کرنے والی جائے گی۔ .... (جاری ہے)

ایک نادر موقع

الحق کا 36 سالہ نادر ونایاب علمی خزانہ فوری حاصل کیجئے

دار العلوم حقانیہ کے زیر اہتمام ماہنامہ "الحق" اکتوبر 1965ء کو جاری ہوا تھا۔ برصغیر پاک وہند کے چوٹی کے اہل قلم حضرات نے اپنی گرانقدر تحریرات اور قیمتی مقالات کیلئے ماہنامہ "الحق" کا انتخاب کیا۔ الحق نے 36 سالہ زندگی میں علم وتحقیق کے ہر میدان میں گرانقدر خدمات انجام دیئے۔ ادارہ کے شعبہ رسائل و جرائد میں ماہنامہ "الحق" کے قدیم شمارے محدود تعداد میں موجود ہیں۔ اہل علم حضرات کی ضرورت اور تقاضوں کے پیش نظر ادارہ نے اس علمی خزانہ کو دوچند اور سہ چند قیمت پر دینے کے بجائے نصف قیمت پر مہیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

فوری رابطہ فرما کر اس بیش بہا خزانہ کو حاصل کیجئے۔ شعبہ رسائل و جرائد جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

ماہنامہ ''الخیر'' ملتان۔ ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ۔

فتاویٰ حقانیہ (چھ جلد)
رسائل وجرائد کی نظر میں

افادات: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ ودیگر مفتیان کرام دارالعلوم حقانیہ
نگرانی واہتمام: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب　　ناشر: جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ (سرحد)

کسی پیش آمدہ مسئلہ کے متعلق ماہر شریعت راسخ فی العلم کا ادلہ شرعیہ کو سامنے رکھتے ہوئے حکم بیان کرنا ''فتویٰ'' کہلاتا ہے۔ افتاء واستفتاء کا یہ طریق کار نیا نہیں بلکہ دور نبوت سے چلا آرہا ہے حضرات صحابہ کرامؓ اپنے زمانہ کے مسائل کا حل براہ راست حضرت اقدس ﷺ سے حاصل کرتے تھے آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد عام صحابہ اور تابعین اپنی مشکلات اصحاب فتویٰ اجلہ صحابہ کرام کے سامنے بیان کر کے شرعی حکم معلوم کرتے تھے بکثرت فتویٰ دینے والے صحابہ کرامؓ میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت سیدہ عائشہؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ شامل ہیں۔ حضرات صحابہ کرام کے بعد یہی متوارث ومبارک عمل امت میں طبقاً عن طبق منتقل ہوتا چلا آیا۔ آج بھی کسی سلیم العقل مسلمان کو انفرادی یا اجتماعی طور پر کوئی مشکل یا الجھن پیش آتی ہے تو وہ کسی دارالافتاء سے رجوع کرتا ہے۔

علماء کرام کے ان فتاوی کی حیثیت عدالتی فیصلوں جیسی ہے جو آئین کی شقوق وجزئیات کی توضیح اور اطلاق کی تشریح کرتے ہیں۔ یہ فتاویٰ علماء امت کی محنتوں اور کاوشوں کا نچوڑ اور بیش قیمت علمی سرمایہ ہیں جو آنے والی نسلوں کیلئے صراط مستقیم پر چلنے کیلئے زادراہ ہے۔ پاکستان کے بڑے دینی مدارس اور جامعات میں مسلمانوں کی دینی رہنمائی کے لئے قائم ''دارالافتاء'' شب وروز متلاشیانِ حق کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ان مراکز فتاویٰ سے جاری ہونے والے فتاویٰ باضابطہ محفوظ رکھے جاتے ہیں۔

بعض جامعات نے ان تحقیقی جواہر پاروں کو افادہ عام کے لئے شائع فرما کر ایک اہم دینی خدمت انجام دی ہے۔ حال ہی میں ملک کی معروف دینی درسگاہ ''جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ'' کی طرف سے ۶ جلدوں پر مشتمل ''فتاویٰ حقانیہ'' کے نام سے ایک عظیم فقہی خزینہ منظر عام پر آیا ہے۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۱۹۴۷ء سے ہمہ نوع کی دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جامعہ کے بانی ومہتمم اول شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس

سرہ' کی ذات گرامی کو علماء ومشائخ میں ایک مرجع کی حیثیت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عام مسلمان بھی اپنے علمی دینی اور دنیوی مسائل کے لئے حضرت مرحوم کے قائم کردہ جامعہ کے دارالافتاء کی طرف رجوع کرتے تھے اب تک دارالعلوم کے دارالافتاء سے ہزارہا فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔ جن کا ریکارڈ رجسٹروں میں محفوظ تھا۔ حق تعالیٰ شانہ' اہل علم کی طرف سے بیش از بیش جزائے خیر عطاء فرمائیں خلف الرشید حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کو جنہوں نے اس انمول خزانہ کو رجسٹروں سے نکال کر افادہ واستفادہ امت کے لئے عام کر دیا ہے۔

فتاویٰ کے وسیع وعظیم مگر غیر مرتب ذخیرہ سے انتخاب اور پھر ترتیب وتدوین اور تحقیق وتخریج ایک دشوار گزار گھاٹی ہے جو مولانا موصوف کی شبانہ روز محنت' ذاتی توجہ وانہماک اور خدمت علم کا جذبہ کی بدولت بالآخر طے ہوگئی۔ اس مجموعہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ' کے علاوہ دیگر درجنوں علماء راسخین اور مفتیان کرام کے فتاویٰ شامل ہیں جو دارالعلوم کے دارالافتاء میں افتاء کے منصب پر فائز رہے۔ تحقیق وتنقیح کے لحاظ سے فتاویٰ حقانیہ بلاشبہ ایک مستند مجموعہ فتاویٰ ہے۔ تاہم بعض مقامات پر اصلاح عبارات کی ضرورت ہے جس کا احساس حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم نے بھی اپنے تحریر کردہ ''نقش آغاز'' میں فرمایا ہے۔

کاغذ وطباعت مناسب' کتابت متوسط' ہدیہ ۶ جلد کامل -/۲۲۰۰ روپے۔

مبصر کی ناقص رائے کے مطابق یہ مجموعہ مدارس وجامعات کے علاوہ ذاتی علمی لائبریریوں کی بھی ضرورت ہے۔

ماہنامہ' الخیر' ملتان مبصر مولانا محمد ازہر　　(جولائی ۲۰۰۲ء)

اسلامی تاریخ کا ماضی علماء فقہاء' جامعات' دارالعلوم اور ارباب فضل وکمال کی بصیرت وتفقہ' مجتہدانہ تگ ودو' مسائل میں قرآن وسنت کی روشنی میں بروقت رہنمائی کی شاندار شہادت دیتا ہے اور بلاشبہ یہ علماء فقہا اور دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم حقانیہ جیسی عظیم جامعات ہی کا مقام ومنصب ہے کہ وہ حال اور مستقبل میں بھی ملت کی سچی اور حقیقی رہبری اور رہنمائی کریں۔ غالباً کہنے والے نے ایسے ہی اداروں اور علماء کے متعلق خوب کہا کہ ''آپ جب فیصلہ کرتے ہیں تو صحیح وصائب فیصلہ کرتے ہیں' جب کوئی اقدام کرتے ہیں تو بہتر وموزون اقدام کرتے ہیں اور جب گفتگو کرتے ہیں تو حتمی وقطعی انداز اختیار کرتے ہیں''

آج ملت کے مسائل کیا ہیں؟ سماجی' اقتصادی حالات میں کیا پیچیدگیاں ہیں اور کیا توجہ طلب گھتیاں ہیں؟ اسلام ہر مختلف سطح سے علمی اعتراضات کے روابات کیسے دیئے جائیں؟ علماء فقہاء اور مفتیان کرام ملت کے تحفظ و انسانیت کی رہنمائی اور اس عظیم مسئولیت اور ذمہ داری کو کیسے نبھائیں؟

فتاویٰ حقانیہ اس کا علمی اور عملی جواب ہے' جو...... لتحكم بين الناس بما اراك الله...... کے

مطابق قوانین شرعیہ کی تعبیر وتشریح' انضباط وتدوین' ترویج فقہ واشاعت کے عظیم مقصد کی تکمیل اور پوری ملت کے لئے بڑی سعادت اور مسرت کا پیغام ہے۔ مادر علمی مرکز علم دار العلوم حقانیہ جنوبی ایشیاء میں دار العلوم دیوبند کے بعد دوسری عظیم آزاد اسلامی یونیورسٹی ہے۔ فروغ علم کی بات ہو' درس وتدریس کا تسلسل ہو' درس نظامی کے بقاء تحفظ کا مسئلہ ہو' ملک میں نفاذ شریعت اور پارلیمنٹ میں شریعت کے غلبہ کی جدوجہد ہو' فرقہ باطلہ کے خلاف جنگ ہو یا مغربی تہذیب اور مغربی سامراج کے خلاف بغاوت ہو' جہاد کا فتویٰ ہو یا عملی اقدام' اسلامی نظام حکومت کی تشکیل واستحکام ہو' فقہ وفتویٰ اور قضاء کے مسائل ہوں' جامعہ دار العلوم حقانیہ' اس کے بانی ومہتمم' اساتذہ اور فضلاء کا کردار مثالی اور تاریخی رہا ہے۔

استاذی واستاذ العلماء' محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ' اس کے بانی و مہتمم تھے اور آج کل انکے جانشین مخدوم العلماء' استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم اسکے مہتمم ہیں جب سے جامعہ حقانیہ قائم ہوا تب سے فقہ وفتویٰ اور قضا کا شعبہ بھی قائم ہوا اور مفتیان کرام کے فقہی اور تحقیقی، علمی جواہر پارے محفوظ ہوتے رہے۔ مخدوم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' کی خواہش' تحریک اور بھرپور علمی توجہ سے گزشتہ دس سال سے دار العلوم حقانیہ کے نصف صدی پر مشتمل فتاویٰ کی ترتیب وتدوین کا کام شروع ہوا۔ علماء فقہاء مفتیان کرام اور درجہ تخصص کے طلباء حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سرپرستی میں اس عظیم علمی اور تاریخی اور فقہی دستاویز کی ترتیب اور تدوین میں لگے رہے۔ بالآخر وہ عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا فتاویٰ حقانیہ کی صورت میں ۶ جلدوں میں منظر عام پر آ گیا ہے۔

دینی مدارس ہوں یا دار الافتاء اصل مقصد دین کا تحفظ ودفاع اور اسلامی تمدن وتہذیب وثقافت کی حفاظت' دین کی دعوت واشاعت نیز اس پر فکری یلغار کا نفسیاتی وعقلی جواب دینا ہے جو مخاطب کی زبان میں ہو۔

اس پہلو سے تعلیم تشنہ ہے۔ سماجی مسائل سے عدم واقفیت کا رجحان بھی اس کا ایک جزو ہے اس روح کا فقدان مسلم معاشرے کی پہچان بن گئی ہے۔ فتاویٰ حقانیہ نے الحمدللہ اس ضرورت کی تکمیل کر دی اور علمی و دینی اور فقہی قیادت وسیادت کو برقرار رکھتے ہوئے ماحول اور گردوپیش میں اٹھتے ہوئے بخارات' اضطراب کی لہروں' غیروں کی تیاریوں اور ریشہ دوانیوں کو مدنظر رکھا اور ایک بہترین فقہی انسائیکلوپیڈیا کی صورت میں ایک عظیم علمی پیشکش کے طور پر سامنے آئی۔ فتاویٰ حقانیہ کی ترتیب وتدوین میں استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' کی مساعی' علماء امت' مفتیان کرام بالخصوص حقانی برادری کے لئے قابل قدر اور ہر لحاظ سے لائق تحسین ہیں۔

شاندار طباعت' عمدہ ترین کتابت' مضبوط جلد بندی اور بہترین کاغذ' ہر دار الافتاء' دار القضاء' دار المطالعہ' لائبریری' کتب خانہ' مدرسہ بلکہ ہر گھر کی ضرورت۔ ۶ جلدوں کی قیمت -/2200 روپے بھیج کر موتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے منگوائی جاسکتی ہے۔ ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ۔ مبصر مولانا عبدالقیوم حقانی۔ شمارہ جون جولائی ۲۰۰۲ء

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

حضرت مہتمم صاحب کی تحفظ مدارس دینیہ کے لئے کوششیں: 17 جولائی کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، مہتمم دارالعلوم حقانیہ نے حکومت کے جاری کردہ مدارس آرڈیننس کے سلسلہ میں ملتان میں وفاق المدارس العربیہ کے سلسلہ میں بلائے گئے اہم اجلاس میں ارباب وفاق المدارس کی خصوصی دعوت پر شرکت کی اور اجلاس میں اس سلسلہ میں اہم تجاویز پیش کیے۔ جس کے مطابق ملک بھر میں اتحاد تنظیمات مدارس کے زیر اہتمام کنونشنوں کا آغاز ہوا 24 جولائی کو اس سلسلہ میں جامعہ فریدیہ میں پہلا عظیم الشان کنونشن ہوا جس سے مولانا نے ولولہ انگیز خطاب کیا جناب نائب مہتمم مولانا انوارالحق صاحب بھی ان دونوں پروگراموں میں شریک ہوئے۔ 31 جولائی کو حضرت مہتمم صاحب نے جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں تحفظ مدارس دینیہ کے بڑے کنونشن میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔

صدر پاکستان سے ملاقات میں مدارس آرڈیننس پر احتجاج: حضرت مہتمم صاحب نے 22 جولائی کو متحدہ مجلس عمل کے مرکزی رہنماؤں کے ساتھ صدر پاکستان جناب جنرل پرویز مشرف سے ملاقات کی ڈیڑھ دو گھنٹے کی اس ملاقات میں مولانا سمیع الحق نے 11 ستمبر کے بعد کے تناظر میں صدر پاکستان کی افغان پالیسی طالبان کے سقوط کے بعض پہلوؤں پر شدید جذباتی انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ مدارس عربیہ کے آرڈیننس کے سلسلہ میں بھی حضرت مہتمم صاحب نے صدر پاکستان کو ملک بھر کے دینی مدارس کی تشویش سے آگاہ کیا اور انہیں اس آرڈیننس کے علاوہ وفاقوں کے مشترکہ تنظیم کے سربراہوں سے براہ راست مذاکرات کا مطالبہ کیا۔

صدر وفاق المدارس کی آمد: صدر وفاق المدارس شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ، دارالعلوم تشریف لائے انہوں نے ایوان شریعت ہال میں طلبہ سے خطاب فرمایا۔ وفاق کے سیکرٹری، نائب مہتمم مولانا انوارالحق صاحب سے ملاقات میں مدارس کو درپیش صورتحال پر تبادلہ خیال کیا۔ ۲۳ جولائی کو وفاق المدارس کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری بھی تشریف لائے اور وفاق کے سیکرٹری مولانا انوارالحق کی معیت میں پشاور میں مجلس عمل کے علماء اور مشائخ کے کنونشن میں شرکت کی دونوں حضرات نے اس اجتماع میں مدارس کا موقف پیش کیا۔

ششماہی امتحانات: جمادی الاول کے پہلے ہفتہ میں میں دارالعلوم کے ششماہی امتحانات ہوئے جو حسب معمول نہایت اہتمام اور نظم وضبط سے مکمل ہوئے۔

مولانا محمد ابراہیم فانی
ومولانا حافظ محمد عرفان الحق

تعارف وتبصرہ کتب

کتاب: مغربی میڈیا اور اس کے اثرات تالیف: مولانا نذر الحفیظ ندوی
ضخامت: ۴۲۰ صفحات قیمت: ۱۱۹ روپے
ناشر: مجلس نشریات اسلام۔ناظم آباد نمبر 1 کراچی

زیر تبصرہ کتاب کا شمار اپنے موضوع کے انتخاب اہمیت اور افادیت کے لحاظ سے یقیناً ان معرکۃ الاراء کتابوں میں ہوتا ہے جسے پڑھ کر بحیثیت مسلمان انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ مغرب اور یہودیوں نے عالم اسلام کو کس کس انداز اور کن زاویوں سے لوٹا۔ اور ہمیں اخلاقی پستی ذہنی تباہی اور ذلت و رسوائی کی کن کھائیوں اور گہرائیوں میں پھینک دیا اور آج عالم یہ ہے کہ ہم اپنا تشخص مکمل طور پر کھو چکے ہیں۔ بلاشبہ اس کے پیچھے یہودیوں اور ان کے زرخرید غلاموں کا ہاتھ ہے جو کوئی بھی موقعہ مسلمانوں کی ذلت کا ہاتھوں سے جانے نہیں دیتے موجودہ دور میں سب سے موثر اور دلنشین ہتھیار ان کے لئے میڈیا ہے اس میڈیا وار کے ذریعے انہوں نے جو فتوحات حاصل کیں۔ وہ مقاصد کسی دوسرے طریقہ سے ان کو بمشکل مل سکتے تھے۔

''مغربی میڈیا اور اس کے اثرات'' میں مغربی میڈیا اور اس کے مضر اثرات کے متعلق جو معلومات فراہم ہوئے ہیں وہ انتہائی لرزہ خیز اور رونگٹے کھڑے کرنے والے ہیں۔ مولف نے انتہائی عرق ریزی سے یہ کتاب مرتب کی۔ اور ہمارے خیال میں اردو میں اس موضوع پر اتنی جامع تالیف ابھی تک مارکیٹ میں نہیں آئی ہوگی۔

یہ کتاب کل نو ابواب پر مشتمل ہے۔ ۱۔ مغربی میڈیا کا تاریخی پس منظر ص ۹۱ تا ص ۱۳۶

۲۔ میڈیا کے کردار کے بارے میں یہودی عزائم۔ ص ۱۳۷ تا ۱۵۶۔

۳۔ دنیا کے پردہ سیمیں پر مسلمانوں کی تصویر ص ۱۷۵ تا ۱۸۲۔

۴۔ عالم عربی پر مغربی میڈیا کی یورش۔ ص ۱۸۳ تا ۲۲۸

۵۔ ہندوستانی میڈیا مغرب کے نقش قدم پر ص ۲۲۹ تا ۲۶۹۔ ۶۔ ٹی وی کے منفی اثرات ص ۲۷۱ تا ۲۸۳

۷۔ ذرائع ابلاغ کا علمی وفنی تجزیہ ص ۲۸۵ تا ۳۳۵۔ ۸۔ اسلامی میڈیا نظریہ/ ردعمل ص ۳۳۷، ص ۳۶۳

۹۔ شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے

ابتداء میں نیا عالمی نظام کے عنوان سے ایک مبسوط مضمون ہے جس میں اس کے وسائل خصوصیت اور

مقاصد کے بارے میں معلومات ہیں اوراس کے ساتھ ساتھ اس کے پس منظر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے مختصر کلمات جو انتہائی جامع ہیں اور اسمیں کتاب کے اصل مقصد کی بہترین انداز میں نشاندہی کی گئی ہے لائق تحسین اور قابل غور ہیں۔بطور تبرک اسکی چند سطور نذر قارئین ہیں۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشہ فی الذین امنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا و الاخرۃ و اللہ یعلم و انتم لاتعلمون۔

یہ ایت ایک معجزہ ہے جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔مدینہ منورہ کے محدود معاشرہ میں ایک خاص واقعہ پیش آیا تھا اس واقعہ کی لوگ اپنی مجلسوں میں چرچا کرنے لگے۔مجلسیں کتنی بڑی تھیں وہ واقعہ کتنا بڑا تھا۔کن افراد سے اس کا تعلق تھا یہ ساری چیزیں ایسی تھیں کہ قرآن مجید کی اس آیت کی وسعت اس سے زیادہ تھی وہ قرنوں سے بڑھ کر اور تاریخی وجغرفیائی فاصلوں سے آگے بڑھ کر کچھ اور چاہتی تھی آج ہم اس آیت کی تفسیر دیکھ رہے ہیں ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں فواحش ومنکرات کی محبت کا رواج ہو اس کا تصور آج صحافت ٹیلیویژن ریڈیو کے اس دور میں ناولوں کے اس دور پکچر اور فلم کی ترقی کے اس دور میں اور لٹریچر اور فلسفوں کے اس دور میں اس کی جیسی تفسیر نہیں بلکہ تصویر دیکھی جاسکتی ہے کسی اور زمانہ میں مشکل ہے مدینہ کے اس ماحول میں لوگوں نے ایمان بالغیب سے کام لیا ہوگا اور انہوں نے اس کا انطباق کیا ہوگا۔کسی مخصوص واقعہ پر لیکن آج دنیا کی ساری طاقتیں جس طرح ان تشیع الفاحشہ پر لگی ہوئی ہیں اس کا اس سے پہلے کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔الخ ص ۱۶

مولانا سید محمد رابع ندوی مدظلہ اپنے مقدمہ میں رقمطراز ہیں۔عزیزی مولوی نذر الحفیظ صاحب نے میڈیا کو یہودیوں کی طرف سے اپنا لینے کے وقت سے لے کر آج تک اس کے موثر اور تخریبی رول کا جائزہ لے کر بہت جامع اور مفید کتاب تیار کی ہے اس کو یہودی پس منظر میں بیان کیا ہے۔آخر میں اسلام کی طرف سے حق پسندی کا طور وطریقہ واضح کیا ہے اس طرح یہ کتاب بہت سے قارئین کے سامنے نئے انکشافات پیش کرتی ہے۔اوراس میں دعوت کے صحیح انداز عمل کی نشاندہی کرتی ہے اس طرح اس زمانہ میں سامنے آنے والے اور انسانوں کے رایوں اور خیالات کی تشکیل جدید کرنے والے اس اہم ذریعہ کی وضاحت کی ہے جس کو پڑھ کر قارئین کے سامنے نئی حقیقتیں آجاتی ہیں‘‘

آٹھ ابواب کا مطالعہ کرنے کے بعد دل ودماغ پر مایوسی کی جو کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور ایک حساس ضمیر جس کرب سے مبتلا ہوجاتا ہے کہ آخر اس منظم اور شیطانی طریقہ واردات کا مقابلہ کیسے کیا جائے گا۔اوراس کا سد باب بھی ممکن ہے یا نہیں۔چنانچہ آخری باب شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے علامہ اقبالؒ کے اس مصرعہ سے دل کی یہ قنوطی کیفیت تقریباً کافور ہوکر واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون کی تفسیر آنکھوں کے سامنے نمودار ہوجاتی ہے۔

بے شک یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اردو دان اس کا مطالعہ کرے جبکہ صحافت ومیڈیا سے وابستہ افراد کے لئے یہ کتاب ایک بہترین گائیڈ بھی ہے۔ (م۔ا۔ف)

ششماہی مجلہ السیرۃ عالمی　　　زیر صدارت: سید فضل الرحمان صاحب

(ش ے مئی ۲۰۰۲ء۔　　　ضخامت: ۴۳۲　　　صفحات: ۱۲۵ روپے

ملنے کا پتہ: فروا اکیڈیمی پبلیکیشنز۔اے ۴/۷ ناظم آباد نمبر ۴ کراچی نمبر ۱۸

رسالہ السیرۃ عالمی (ششماہی) اس لحاظ سے انفرادی خصوصیت کا حامل ہے کہ اس میں سیرت طیبہ اسوہ حسنہ اور تعلیمات نبوی ﷺ کے متعلق مضامین اور مقالات شائع کئے جاتے ہیں اس جہت سے یہ ایک کامیاب کوشش ہے اور باریاب کاوش ہے گوکہ برصغیر کے تمام اردو جرائد (ادب اسلامی کے ترجمان) میں سیرتِ طیبہ پر گاہ گاہ مضامین طبع ہوتے رہتے ہیں۔مگر ضرورت اس بات کی تھی کہ ایسا جریدہ جو خالص انہی مقالات کے لئے وقف ہو معرض وجود میں آئے چنانچہ یہ قرعہ فال کارپردازان مجلہ السیرۃ عالمی کے نام نکلا۔اور انہوں نے مضامین ومقالات کا جو بہترین انتخاب کیا اس سے بہتر انتخاب میرے خیال میں مشکل ہے۔معنوی حسن کے ساتھ کل ظاہری طور پر کتابت وطباعت کاغذ اور ٹائٹل میں بھی ان کا حسن ذوق جھلکتا ہے۔

زیر تبصرہ مجلہ اداریہ سمیت کل ۱۰ مضامین پر مشتمل ہے جبکہ آخر میں تبصرہ کتب اور مجلّہ کے متعلق دیگر مجلات سے آراء اور تبصرے دیئے ہیں۔اداریہ پیغام سیرت کے عنوان سے ہے اس میں امانت و دیانت کی ضرورت واہمیت عصر حاضر میں ایک انتہائی اہم اور معلومات افزاء مقالہ ہے جس میں موضوع کے ساتھ صاحب مضمون نے مکمل انصاف کیا ہے۔سید ابوالخیر کشفی کا مضمون بعنوان مقام محمد قرآن کریم کے آئینہ میں قسط وار چل رہا ہے۔یہ اس کا پانچواں حصہ ہے اس میں سیرت مصطفویہ ﷺ کے نئے گوشے سامنے آئے ہیں۔اگر یہ سلسلہ کتابی شکل میں آیا۔تو اسکا افادہ عام ہوگا۔علاوہ ازیں ایام النبیؐ (۲) مولانا ابوالجلال ندوی کتاب اللہ اور اصحاب رسول اللہ پروفیسر ظفر احمد حب رسولؐ اور اس کے تقاضے ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر عہد رسالت میں صحابہ کی فقہی تربیت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی حضورؐ کا تعلیمی انقلاب (۴) مولانا سید محبوب حسن واسطی رسول اکرم اور تعدد ازدواج ڈاکٹر حافظ محمد ثانی۔

نبی اکرم قرآن وحدیث کی روشنی میں ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری مخطوطات حدیث وسیرت ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان۔یہ تمام مضامین تحقیق وتدقیق کے بہترین شہپارے ہیں۔بلاشبہ سیرت رسولؐ کے حوالہ سے مجلّہ السیرۃ عالمی ایک حوالہ جاتی اور ریفرنس بک کے طور پر ابھرا ہے جس پر سرپرست ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب مدظلہ زیر سید فضل الرحمان صاحب اور نائب مدیر سید عزیز الرحمان صاحب ھدیہ تبریک اور داد تحسین کے مستحق ہیں۔(م۔ا۔ف)

ماہنامہ ''الخیر'' ملتان خصوصی اشاعت: مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نمبر

زیرادارت: مولانا محمد ازہر صاحب ضخامت: ۶۵۰ صفحات قیمت رعایتی: ۲۰۰ روپے

ملنے کا پتہ: فیاض احمد عثمانی' ناظم ماہنامہ ''الخیر'' جامعہ خیر المدارس ملتان۔

وکیل احناف مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کا شمار امت کے ان معدودے چند نوابغ میں ہوتا ہے جو صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں آپ فرقِ باطلہ کے لئے ایک تیغ بے نیام تھے اور اپنی بے پناہ اور بے مثال قوتِ استدلال کی وجہ سے بڑے بڑے جغادری ان کا سامنا کرنے سے کنی کتراتے تھے آپ کے علوم و معارف کسب ونظر کے محتاج نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی سے نوازا تھا۔

بالخصوص علم اسماء الرجال میں آپ کو جو ملکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا وہ کسی دوسرے فرد کے حصہ میں زمانہ حال میں بہت کم آیا ہوگا۔ گزشتہ سال آپ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اوران کے سانحہ ارتحال سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ اس کا پُر ہونا اب مستبعد نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی وفات کے بعد مختلف جرائد ورسائل میں آپ پر مضامین لکھے گئے۔ مقالات پڑھے گئے اور تاہنوز ان کی علمی خدمات کو خراج تحسین کا سلسلہ جاری ہے اس سلسلے میں ماہنامہ حق چار یار نے ایک خصوصی نمبر نکالا تھا جس میں آپ کی علمیت کا مختلف جہات سے جائزہ لیا گیا تھا۔ بلاشبہ وہ خصوصی اشاعت تحقیق کی دنیا میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

زیر تبصرہ خصوصی اشاعت ماہنامہ الخیر ملتان بھی اسی ''سلسلۃ الذھب'' کی ایک کڑی ہے جس میں انتہائی تفصیل کے ساتھ موثر انداز میں مختلف علمی وعبقری شخصیات کی آراء مولانا اوکاڑوی کے بارے میں موجود ہیں۔ اس خصوصی نمبر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بجائے مولانا اوکاڑوی کے سوانح حیات کے آپ کے علوم و معارف آشکارا کئے گئے ہیں۔ بالخصوص مولانا منیر احمد کا مبسوط ومفصل اور ہمہ جہت مضمون انتہائی اہم اور بار بار پڑھنے کے قابل ہے۔ اس لئے ہم یہ تبصرہ وتجزیہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ خصوصی اشاعت خالص ایک سوانحی تذکرہ نہیں بلکہ علوم و معارف نکات ولطائف ودقائق وظرائف کا ایک بے بہا گنجینہ ہے اور ایک ایسا دائرۃ المعارف ہے جس سے ہر وقت کسب فیض کی ضرورت پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ ماہنامہ ''الخیر'' کے مدیر محترم مولانا محمد ازہر صاحب کو جزائے خیر دے اور ان کے رفقاء کار کو خصوصی شفقتوں اور رحمتوں سے نوازیں جنہوں نے یہ علمی ارمغان تیار کرکے اہل علم حضرات کو اس سے شاد کام ہے۔ (م۔ا۔ف)

کتاب: تحقیق الایمان　　　مصنف: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقادرؒ
قیمت: درج نہیں　　　ناشر:

پیش نظر رسالہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقادرؒ شاگرد رشید شیخ العرب وعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے باب الایمان، باب القدر اور فضائل صحابہ کی روشنی میں تالیف کیا ہے۔ ان کے صاحبزادے مولانا مصباح الحق حقانی نے اسے شائع کیا۔ رسالہ میں تینوں موضوعات پر تفصیلی اور تحقیقی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ بعض مقامات میں سوال و جواب کی شکل میں اعتراضات کا دفع کیا گیا ہے۔ علمی ذوق رکھنے والوں کے لئے قابل قدر سرمایہ ہے۔

مطبوعات مبین ﷺ ٹرسٹ　　　ناشر: مبین ﷺ ٹرسٹ، پوسٹ بکس نمبر 470 اسلام آباد

عصر حاضر میں مغربی تہذیب وتمدن کو پروان چڑھانے کے لئے کفری طاقتیں پریس میڈیا اور لٹریچر کے ذریعے نوجوان نسل کو دین سے بیگانہ کرنے اور بے راہ روی پر ڈالنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ دینی لٹریچر کی ترویج واشاعت کا شعبہ ویسے بھی اہمیت کا حامل ہے لیکن موجودہ حالات میں دینی لٹریچر کی ترویج واشاعت کا کام تیز سے تیز تر کرنے کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ مبین ٹرسٹ ایک عرصے سے دینی لٹریچر کی نشرواشاعت کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ خالص دینی جذبے سے یہ ادارہ اپنی مطبوعات عمدہ آرٹ پیپرز اور دلکش ٹائٹلو کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ: زیر نظر مطبوعات میں جہاد کے موضوع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کا مقبول عام رسالہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' جو کہ انہوں نے ۶۵ء میں پاکستان پر بھارتی حملے کے دوران لکھا تھا۔ رسالہ ہذا میں جہاد کی تعریف احکام وفضائل اور برکات پر شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

خاتم النبیین کی سنتیں: دوسرا رسالہ خاتم النبیین کی سنتیں مولفہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر دام... کا تھم ہے۔ رسالہ میں رسول اللہ ﷺ کی معاشرتی سنتیں (سفر وحضر کھانے و پینے، اٹھنے اور بیٹھنے، لباس، نکاح، وضو اور نماز کی سنتوں کو) مفصلاً بیان کی گئیں ہیں۔

سن لو اعلان جنگ: تیسرا رسالہ ''سن لو اعلان جنگ'' مولفہ حضرت مولانا عبدالرشید لادوی، اس کتاب میں کتاب وسنت کی روشنی میں حرمت سود اور سود خور کی سزاؤں عمدہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ درحقیقت سود معاشرے کی لعنت اور ملکی معیشت کی خرابی کی بنیاد ہے۔ اس کا مقصد غریب کو غریب تر اور امیر کو امیر تر بنانا ہے۔ وطن عزیز میں بھی شریعت ایپلیٹ بینچ نے حرمت سود کا فیصلہ گزشتہ سال سنایا تھا۔ افسوس کہ اس فیصلہ کو سبوتاژ کرنے کی کوششیں کی گئی۔ قرآن کریم کی رو سے جو کوئی سود کا عمل نہ چھوڑے ان کو اللہ اور رسول کے ساتھ براہ راست جنگ میں آنے کی دعوت دی گئی۔ اللہ ہمیں اس ناسور سے چھٹکارا عطا فرمائے۔ (امین)

بلاشبہ سود کھانا اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے

خوشخبری

الاتحاد کارپوریشن ایک کاروباری ادارہ ہے جو

سود سے پاک سرمایہ کاری

کرنے کا پابند ہے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز نے فیصلہ کیا ہے کہ **اسلام آباد، راولپنڈی** اور **مضافات** میں سستی اراضی خرید کر مختلف رہائشی منصوبہ جات بنی رہائشی کالونیز، کمرشل مارکیٹس کی تعمیر زرعی زمینوں، فلیٹس اور مکانات کی خرید و فروخت میں سرمایہ کاری کرے اور سود کی لعنت سے چھٹکارا چاہنے والے مسلمانوں کو بھی سرمایہ کاری کا موقع بھی فراہم کیا جائے اور پہلے سے جاری شدہ منصوبہ جات میں نفع و نقصان کی بنیاد پر حصہ داری کیلئے کم قیمت کے شراکتی حصص جاری کیے جائیں۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے فیصلہ کے مطابق

کم قیمت کے شراکتی حصص

جاری کیے جا رہے ہیں ۔لہذا

حلال محفوظ اور سود کی ملاوٹ سے پاک سرمایہ کاری

شیئرز خود بھی خریدیئے اور اپنے احباب کو دعوت دیجئے!

- بنیادی طور پر کم از کم 10 شیئرز خریدنے کی درخواست دی جاسکتی ہے۔
- خواہشمند خواتین و حضرات درج ذیل پتہ سے درخواست فارم **مفت** منگوا سکتے ہیں۔
- سال کے اختتام پر مکمل حساب پیش کر کے منافع شیئر ہولڈرز میں تقسیم کردیا جائے گا۔ شرح منافع 20 سے 30 فیصد تک متوقع ہے۔
- کارپوریشن 15 دن کے اندر اندر حصص سرٹیفکیٹس جاری کرنے کی پابند ہوگی۔
- شیئرز قابل فروخت اور قابل انتقال ہونگے لیکن کارپوریشن کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔
- فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق کیا جائے گا۔

پروفیشنل اور تجربہ کار ٹاؤن پلانرز کے زیر نگرانی عظیم الشان رہائشی منصوبہ جات

اسلام آباد موٹروے سٹی جماعت اسلامی کے مجوزہ مرکز **قرطبہ سٹی** اور تعمیر ملت ایجوکیشن سٹی (شفا انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد) کے درمیان اور نیو انٹرنیشنل اسلام آباد ایئرپورٹ اور بین الاقوامی شاہراہ **موٹروے** کے قریب واقع ہے۔

بکنگ جاری ہے

اسلام آباد موٹروے سٹی

(خیبر بلاک)

سائز پلاٹس			
رہائشی پلاٹس	5 مرلہ	10 مرلہ	1 کنال
زرعی فارم	5 کنال	10 کنال	20 کنال

کمرشل پلاٹس

سائز 20x10	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 30 ہزار روپے
سائز 30x12	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 50 ہزار روپے

قیمت اور طریقہ ادائیگی

قیمت	ایڈوانس	ماہانہ قسط
10,000 روپے فی مرلہ	1,000 روپے فی مرلہ	100 روپے فی مرلہ

رجسٹری	کل قیمت کا نصف یکمشت ادا کرنے پر 15 دن میں رجسٹری
نوٹ	کارنر اور ڈبل روڈ فیسنگ پلاٹ پر دس فیصد زائد قیمت

5 مرلہ، 7 مرلہ اور 10 مرلہ کے پلاٹس پر رہائشی مکان تعمیر کر کے آسان اقساط پر فروخت کیے جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

مزید تفصیلات کے لئے:

الاتحاد کارپوریشن

7۔ دبئی پلازہ سکستھ روڈ چوک، مری روڈ، راولپنڈی

ڈرافٹ بنام اکاؤنٹ نمبر 69-4137 حبیب بنک رحمن آباد برانچ مری روڈ راولپنڈی

محمد نصیر خان مروت
چیف ایگزیکٹو

فون: 051-4581451 موبائل: 0333-5111385 ای میل: al_ittehad@hotmail.com

Designed by: SUTOOR Grafix: 0303 - 651 39 66

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

(1) فتاوی حقانیہ (چھ جلدوں میں) **افادات:** شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ و دیگر مفتیان کرام دارالعلوم حقانیہ۔ زیرنگرانی: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ .... فتاوی اور فقہ کی دنیا میں ایک مبارک اور دلآویز اضافہ یعنی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فتاوی جو کہ ہزاروں مسائل، فقہی جزئیات، علمی تحقیقات اور دیگر بے شمار خصائص و نوادرات پر مشتمل ہے جس کا برسوں سے انتظار کیا جا رہا تھا اور علماً و مفتیان کرام دانشور حضرات اور طلباً اس کیلئے چشم براہ تھے۔

صفحات: -/۳۶۰۰ **قیمت:** -/۲۲۰۰ روپے **ترتیب:** مولانا مختار اللہ حقانی

(2) دعوات حق :(دو جلدوں میں) شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے خطبات اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ دین و شریعت، اخلاق و معاشرت علم و عمل عروج و زوال، نبوت و رسالت، شریعت و طریقت کے ہر پہلو پر حاوی کتاب۔

ضبط و ترتیب: مولانا سمیع الحق مدظلہ **صفحات:** جلد اول ۶۷۲۔ جلد دوم ۵۳۰، **قیمت:** مکمل سیٹ/۳۲۰ روپے

(3) قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ : قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی دینی و ملی مسائل پر قراردادیں، مباحث، تقاریر، آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد کی مستند داستان۔ ایک سیاسی، آئینی اور تاریخی دستاویز۔ **صفحات:** ۴۰۰۔ **قیمت:** ۱۴۵ روپے

(4) صحبتے با اہل حق : شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ان ارشادات و ملفوظات کا مجموعہ جس میں عصر حاضر کے ذوق اور مزاج کے مطابق زندگی کی اصلاح کا پیغام ایمان و یقین کی احسانی کیفیت پیدا کرنے کا وافر سامان اور حکایات و تمثیلات کے پیرائے میں تصوف اسلامی کا عطر اور علوم و معارف کا لب لباب آگیا ہے۔

مرتبہ: مولانا عبدالقیوم حقانی، بہترین ڈائی دار جلد **صفحات** ۴۰۸، **قیمت:** ۱۵۰ روپے

(۵) کاروانِ آخرت: رشحات قلم : **حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ**

مشاہیر علماء و مشائخ، سیاسی زعماء عالمی سیاستدانوں ادباء شعراء اور اہم شخصیات کی وفات پر مدیر ''الحق'' مولانا سمیع الحق مدظلہ کے سحر نگار قلم سے تعزیتی تاثرات، شذرات اور تبصرے تعلیق و ترتیب، مولانا محمد ابراہیم فانی، مضبوط ڈائی دار جلد۔ **قیمت:** ۱۵۰ روپے

(6) اسلام اور عصر حاضر: از : **حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ**

عصر حاضر کے تمدنی، معاشی، اخلاقی، سائنسی، آئینی، تعلیمی اور معاشرتی مسائل میں اسلام کا موقف، عصر حاضر کے علمی و دینی فتنوں اور فرق باطلہ کا تعاقب، بیسویں کے کارزارِ حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک مغربی تہذیب کا تجزیہ..... پیش لفظ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ صفحات ۴۶۰۔ سنہری ڈائی دار جلد، **قیمت:** -/۱۵۰ روپے

(7) الحاوی علیٰ مشکلات الطحاوی : شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ اور مظاہر العلوم سہارنپور کے دیگر ممتاز محدثین کے مشترکہ غور و فکر کا نتیجہ، طحاوی شریف کی تقریباً ایک سو مشکلات کا حل

صفحات ۲۲۴، **قیمت:** -/۸۰ روپے